تمرینِ افتاء کی ہدایات

تخصص فی الافتاء کے طلباء کیلئے ۳۴ مفید اور مجرب ہدایات
جن سے فتویٰ لکھنا آسان ہوجاتا ہے

افادات

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مرتب

مولانا محمد طلحہ اقبال صاحب

مکتبۃ الاسلام کراچی

تمرینِ افتاء کی ہدایات

تخصص فی الافتاء کے طلباء کیلئے ۳۴ مفید اور مجرب ہدایات
جن سے فتویٰ لکھنا آسان ہو جاتا ہے۔

افادات
حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

مرتب
مولانا محمد طلحہ اقبال صاحب

مکتبۃ الاسلام کراچی

فہرستِ عناوین

عنوان	صفحہ نمبر

پیشِ لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علٰی رسولہٖ

الکریم محمّد وآلہٖ و أصحابہٖ أجمعین

امّا بعد !

جامعہ دارالعلوم کراچی کے تخصص فی الافتاء میں داخل ہونے والے طلباء کو پہلی سہ ماہی کے بعد تمرینِ اِفتاء سے پہلے سبقاً سبقاً چند ہدایات پڑھائی اور سمجھائی جاتی ہیں، ان کے مطابق عمل کرنے سے اِفتاء کی مشق بہت آسان ہوجاتی ہے، یہ ہدایات باہمی مشورے اور طویل تجربوں سے مرتب ہوئی ہیں، جن کی تعداد تقریباً (۳۴) ہے، ان کو پڑھانے کی خدمت بندہ کے سپرد ہے، بندہ ہر سال اپنی بساط کے مطابق ان کو سمجھاتا ہے، اور ان کے مطابق طلباء کو تمرین کراتا ہے۔

متخصص وفاضلِ دارالعلوم کراچی مولانا محمد طلحہ اقبال سلّمہٗ کے دِل میں ان کو ریکارڈ کرنے کا داعیہ پیدا ہوا، چنانچہ انہوں نے ان کو باقاعدہ ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کیا اور پھر اس کی مدد سے نقل کرکے بندہ کو مطالعہ کے لئے دیا، بندہ نے شروع سے آخر تک اس کا مطالعہ کیا، کہیں کہیں حذف واضافہ کیا، ماشاء اللّٰہ موصوف نے ان ہدایات اور ان کی تشریح کو بہت قاعدہ سلیقہ سے مرتب کیا، اللّٰہ

پاک ان کو جزاءِ خیر دے اور ان کے علم وعمل میں ترقی عطا فرمائے، آمین۔

اس طرح الحمدللہ تعالیٰ یہ ہدایات مرتب ہوگئیں، جو اِفتاء کی مشق کرنے والے حضرات کیلئے اِن شاء اللہ تعالیٰ نافع اور مفید ہوں گی، اسی غرض سے اس کی اشاعت کی گئی ہے۔

دِل سے دُعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور تخصص فی الافتاء کرنے والے اور فتویٰ کی مشق کرنے والے، حضرات کے لئے نافع اور مفید بنائے، آمین۔

بندہ عبدالرؤف سکھروی

خادم
دارالافتاء دارالعلوم کراچی
۹ رمحرم ۱۴۳۴ھ

عرضِ مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

الحمد للہ و کفٰی ، و سلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

أمّا بعد !

اللہ رب العزت کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے کہ اُس پروردگار نے دنیائے اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ دارالعلوم کراچی سے دورۂ حدیث کرنے کے بعد جامعہ میں ہی تخصص فی الافتاء کرنے کی توفیق عطاء فرمائی، اوران اساتذۂ کرام سے فتوی لکھنے کی تربیت حاصل کرنے کی توفیق بخشی، جن کا وجود بابرکت امتِ مسلمہ کے لئے قابلِ فخر ہے۔

تخصص فی الافتاء کا بنیادی اوراہم کام فتوی لکھنے کی مشق ہوتی ہے، جامعہ میں فتوی نویسی کی مشق شروع کرنے سے پہلے ہر طالبِ علم کو فتوی نویسی سے متعلق کچھ اُصول اور ہدایات پڑھائی جاتی ہیں، تاکہ فتوی لکھنے کی عظیم الشان ذمہ داری کو بہتر طریقہ سے انجام دیا جاسکے، چنانچہ یہ اُصول اور ہدایات جامعہ میں عرصۂ دراز سے اُستاذِ محترم حضرت مولانا مفتی عبدالرّؤف سکھروی صاحب مدظلہم بڑے دلنشین انداز سے پڑھاتے اور سکھاتے ہیں۔

تخصص کے پہلے سال حضرت مفتی صاحب مدظلہم کا سبق شروع ہونے سے پہلے بندہ کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اُستاذِ محترم حضرت مفتی صاحب مدظلہم

کے ان اسباق کو محفوظ کیا جائے، چنانچہ ریکارڈ کے ذریعہ روزانہ کے اسباق کو محفوظ کرنے کے بعد تحریر میں لانے کا سلسلہ شروع کیا۔

اللہ رب العزت کی مدد اور حضرت اُستاذِ محترم کی دعاؤں کے نتیجہ میں یہ کام عافیت کے ساتھ مکمل ہوا تو اُستاذِ محترم کی خدمت میں تصحیح کے لئے پیش کیا، حضرت مفتی صاحب مد ظلہم نے اپنے قیمتی اوقات میں سے وقت نکال کر متعدد مرتبہ مکمل طور پر پڑھ کر اسکی اصلاح فرمائی، الحمد للہ! اب یہ ہدایات مرتب شکل میں آپکے سامنے ہیں، اس میں فتوی کا کام سیکھنے والے حضرات کیلئے کچھ ایسے راہنما اُصول جمع ہو گئے ہیں جن کے ذریعہ فتویٰ کے کام کو اکابر کے طریقہ پر بہت بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب مد ظلہم اور دیگر تمام اساتذۂ کرام کی زندگیوں میں اور انکے علوم میں برکت عطا فرمائے اور ہمیں ان کے علوم سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

بندہ محمد طلحہ اقبال عفی عنہ

متخصص واستاد جامعہ دار العلوم کراچی

۲۸ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

۱۲ر دسمبر ۲۰۱۲ء

ابتداء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم محمّد و آلہٖ و

أصحابہٖ أجمعین

أمّا بعد!

سب سے پہلے میں آپ سب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے تخصص فی الفقہ کے سال اوّل کی پہلی سہ ماہی آپ نے مکمل کرلی، اور اب الحمدللہ وہ مقام آرہا ہے جہاں سے آپ کی افتاء کی تمرین شروع ہونے والی ہے، اور درجۂ تخصص فی الفقہ میں سب سے اہم اور ضروری چیز یہی تمرینِ افتاء ہے، پہلی پوری سہ ماہی إن شاء اللہ تعالیٰ آپ نے لائبریری چھاننے میں گذاری ہوگی اور اسکی تمام کتابوں کی معرفت حاصل کرلی ہوگی، اس کا اصل مقصد یہی ہے کہ جب تمرینِ افتاء کا آغاز ہوتو اس میں آپ کو کوئی دشواری پیش نہ آئے، بلکہ قدم قدم پر آسانی ہو، یہ تمرینِ افتاء جو درجۂ تخصص کی بنیادی غرض وغایت ہے، اس کے لئے بطورِ نورانی قاعدہ آپ کو یہ آنے والی ہدایات پڑھائی جارہی ہیں، ان میں جو باتیں آپ کو بتائی اور سمجھائی جائیں گی وہ تمرینِ افتاء کی جڑ اور بنیاد ہیں، اگر آپ نے ان ہدایات کو ذہن نشین کرلیا اور ان کے مطابق عمل کیا تو إن شاء اللہ تعالیٰ آپ کے لئے تمرینِ افتاء آسان ہوگی اور إن شاء اللہ تعالیٰ آپ اس میں کامیاب ہوں گے، جیسے کوئی شخص محنت اور توجہ سے نورانی قاعدہ کو اس کے قواعد کے مطابق پڑھ

لے تو قرآن کریم پڑھنا آسان ہوجاتا ہے، اسی طرح ان ہدایات کو سمجھ کر ان کے مطابق عمل کرنے سے تمرینِ افتاء میں آسانی ہوجاتی ہے، لہٰذا پوری توجہ سے ان کو سمجھیں اور ان کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں !

سالہا سال کے تجربے سے آپ کے سامنے یہ بات عرض کررہا ہوں کہ جو طلبہ ہماری ان ہدایات کو سمجھ کر اس کے مطابق عمل کرتے ہیں، الحمدللہ افتاء کے اندر ممتاز صلاحیت کے حامل بنتے ہیں، اور جو طلبہ اس کے مطابق محنت نہیں کرتے عموماً ناکام ہوتے ہیں، لہٰذا عقلمندی یہ ہے کہ انسان دوسروں کے تجربہ سے فائدہ اُٹھائے، نہ یہ کہ نئے سرے سے تجربہ کرے، تاکہ وقت بھی بچے، زیادہ محنت بھی نہ ہو، اور ان ہدایات پر عمل کرکے بآسانی اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو۔

یہ ہدایات وہ ہیں جو سالہا سال سے الحمدللہ تجربہ میں ہیں، برسوں کے تجربوں کے بعد اور بار بار آزمانے کے بعد ان کو یکجا کیا گیا ہے، اس لئے یہ ہدایات معمولی نہیں ہیں، ان کی قدر کرنی چاہئے، اور جس طرح اصولِ افتاء کا تمرینِ افتاء میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اسی طرح ان ہدایات کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

یہ ہدایات چونتیس (۳۴) ہیں، روزانہ ان میں سے چند ہدایات آپ کے سامنے بیان کی جائیں گی، تھوڑا تھوڑا ان کو اس لئے بیان کیا جاتا ہے تاکہ یہ ذہن میں نقش ہوجائیں، اور دل میں اُتر جائیں اور ان کے مطابق عمل ہو، اگر ہم چاہتے تو آپ کو ان ہدایات کی صرف فوٹو اسٹیٹ کاپی دیدیتے، جس کو آپ اپنے پاس رکھ لیتے اور مطالعہ کرلیتے، مگر یہ کام اس لئے نہیں کیا کہ یہ رسمی سا کام ہوجاتا، اس کے مطابق عمل کرنے نہ کرنے کی اہمیت ذہن میں نہ آتی، حالانکہ جب آپ افتاء کی مشق

کریں گے تو ہر روز دیکھیں گے کہ ان میں سے کسی نہ کسی ہدایت کا آپ کے سامنے تذکرہ آئے گا کہ آپ نے تمرینِ افتاء میں دی جانے والی ہدایات میں سے فلاں ہدایت میں کوتاہی کی یا فلاں ہدایت کی آپ نے تعمیل کی یا فلاں ہدایت پر آپ نے عمل نہیں کیا تو آپ کو یہ تکلیف پیش آئی، بہر حال! تمرینِ افتاء کے دوران وقتاً فوقتاً ان کا تذکرہ ہوتا رہے گا، اور بار بار ان کی طرف توجہ دِلائی جائے گی، اس بناء پر محض فوٹو کاپی دینا کافی نہیں، ذہن نشین کرانا ضروری ہے۔

بہر حال! آپ اس بات کی پکی نیت کرلیں اور پختہ ارادہ کرلیں کہ جس طرح ہم ان ہدایات کو سمجھیں گے، اس سے کہیں زیادہ اِن شاء اللہ تعالیٰ ان پر عمل بھی کریں گے، اس میں ہمارا بھی فائدہ ہے آپ کا بھی فائدہ ہے، ہمارا بھی وقت بچے گا، آپ کا بھی وقت بچے گا، آپ کو بھی آسانی ہوگی، ہمیں بھی آسانی ہوگی، کیونکہ ہمیں اصلاحِ فتوی کے دوران ان کی طرف صرف اشارہ کرنا کافی ہوگا، اگر آپ ان کی پابندی کریں گے تو آپ کے افتاء کا کام نکھرتا اور سنورتا چلا جائے گا۔ وھو المقصود! اللہ تعالیٰ اس میں ہم سب کی مدد فرمائیں اور اس کام کو آسان فرمائیں اور انکی اہمیت کو مدِ نظر رکھ کر اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

ہدایت نمبر (۱)

آسان استفتاء لینا

سال کے شروع میں ابتداءً آسان استفتاء لیا جائے، اگر سوال ایسا ہو جس میں کوئی نہ کوئی جزئیہ مل سکتا ہو، وہ سب سے بہتر

ہے۔لیکن چونکہ ہر مرتبہ آسان اور جزئیہ ملنے والا استفتاء ملنا ضروری نہیں، لہٰذا اساتذۂ کرام کے مشورہ سے دوسری نوعیت کا استفتاء بھی لینا چاہئے۔

تشریح

یہ ہدایت بڑی اہم ہے، اس لئے کہ جو طلبہ پہلی مرتبہ درجۂ تخصص فی الفقہ میں داخل ہوتے ہیں اور وہ پہلی سہ ماہی مکمل کر کے تمرینِ افتاء کی وادی میں قدم رکھتے ہیں، ان کے لئے زیادہ سے زیادہ کتبِ فقہ کو چھاننا اور جزئیات تلاش کرنا ضروری ہے، اس لئے ان کے لئے دو باتیں ضروری ہیں:

(۱)..... ایک یہ کہ آسان استفتاء لیں، کیونکہ آسان کو بار بار کرنے سے مشکل استفتاء بھی آسان ہو جاتا ہے اور استعداد سے زیادہ مشکل استفتاء لینے سے آسان بھی مشکل ہو جاتا ہے، لہٰذا مشکل بھی حل نہیں ہوتا اور آسان بھی حل نہیں ہوتا، تو نہ مشکل استفتاء حل ہوا اور نہ آسان، اس لئے شروع میں آسان استفتاء لینا زیادہ موزوں اور مناسب ہے، اور وہ حضرات جو استفتاء دینے پر مقرر ہیں، وہ الحمد للہ اس بات کا خیال رکھتے ہیں، آپ بھی خیال رکھئے گا کہ آپ کا استفتاء ایسا ہونا چاہئے کہ جو آسان معلوم ہو، اگر زیادہ مشکل معلوم ہو اور آپکا یہ اندازہ ہو کہ میں شاید ابھی اسکو حل نہ کر سکوں گا تو پھر آپ اُستاد سے درخواست کر کے دوسرا لے سکتے ہیں۔

(۲).... دوسرے یہ کہ ایسا استفتاء لینا کہ جس کا بآسانی جزئیہ مل جائے اور بآسانی فقہ کی کوئی عبارت مل جائے، بہتر ہے، کیونکہ بہت سے سوالات ایسے ہوتے

ہیں جن میں نماز کے، روزہ کے، زکوٰۃ کے، حج کے، نکاح کے، طلاق کے اور بیع و شراء کے جزئیات اور ان کی عبارات اور ان کی تصریحات بآسانی مل جاتی ہیں، اور سوال دیکھنے سے فوراً اس کا اندازہ ہو جاتا ہے، اس وقت چونکہ مقصود زیادہ سے زیادہ فقہ کی کتابوں سے تحقیق کرنا ہے اور اس مسئلہ کو تلاش کرنا ہے اور اس کی عبارات کو جمع کرنا ہے اور پھر جمع کر کے سوال کا جواب لکھنا ہے، لہٰذا ایسا سوال جس کے بارے میں کتابوں کی عبارتیں آسانی سے مل سکتی ہوں، زیادہ بہتر ہے۔

لیکن چونکہ ہمارے یہاں فرضی سوالات نہیں ہوتے بلکہ حقیقی ہوتے ہیں جو عام مسلمان ہمارے دارالافتاء میں بھیجتے ہیں، اور ڈاک کے ذریعہ الحمدللہ کثیر تعداد میں ایسے استفتاء ہمارے یہاں آتے ہیں، یہ استفتاء ان کے لکھے ہوئے ہوتے ہیں جو ان کی اپنی ضرورت کے مطابق ہوتے ہیں، ان میں آسان بھی ہوتے ہیں اور مشکل بھی ہوتے ہیں، تحقیقی بھی ہوتے ہیں، غیر تحقیقی بھی، اور ایسے سوالات بھی ہوتے ہیں جن کی عبارتیں خوب مل جائیں گی اور ایسے بھی سوالات ہوتے ہیں کہ ایک سوال کی عبارت ملنا بھی مشکل ہے، ایسی صورت میں قرآن وسنّت اور فقہ کی عام نصوص اور اصول وقواعد سے جواب دیا جاتا ہے۔

بہر حال یہ ضروری نہیں کہ ہر طالب علم کو ہر روز یا ہر مرتبہ آسان استفتاء ہی ملے یا ایسا سوال ملے کہ جس میں جواب کی فقہی عبارت بآسانی مل سکے، بہر حال آپ استفتاء لے کر اپنی طرف سے اس کو حل کرنے میں پوری محنت اور کوشش کریں، اور ان ہدایات کے مطابق عمل کریں جو آپ آگے پڑھیں گے۔

ہدایت نمبر (۲)

ہر موضوع کا استفتاء لینا

استفتاء ہر موضوع کا لیکر حل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، صرف ایک ہی موضوع مثلاً نماز یا زکوۃ یا چند مخصوص موضوعات پر اکتفاء کرنے سے تمرین مکمل نہ ہوسکے گی، جو آگے چل کر مشکل کا سبب ہوگی۔

تشریح

یہ بھی ایک اہم ہدایت ہے، اصل بات یہ ہے کہ فقہ کی تعلیم کے دوران بعض طلبہ کا یہ انداز ہوتا ہے کہ وہ کتاب الصلوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب الصوم تک تو خوب محنت سے پڑھتے ہیں، اور خوب سمجھتے ہیں، اس کے بعد کتاب النکاح وغیرہ میں بھی کچھ صحیح چلتے ہیں، اور جہاں کتاب البیوع شروع ہوئی طالب علم اس کو "مُسلَّم" سمجھنے لگتا ہے اور اس کا یہی رونا ہوتا ہے کہ سبق سمجھ میں نہیں آرہا، وہ اس کو ایسا مشکل سمجھتا ہے کہ معلوم نہیں یہ کونسی زبان ہے، کونسی کتاب ہے، کیا مسائل ہیں؟ جو بالکل غلط ہے۔

کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الزکوٰۃ کے مسائل جس طرح آسان اور سہل ہیں ایسے ہی معاملات کے مسائل بھی زیادہ مشکل نہیں، فی نفسہ وہ بھی سہل اور آسان ہیں، صرف توجہ اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے، چونکہ نماز، روزہ تو اکثر ہمارے عمل میں آتے رہتے ہیں اس لئے ان میں صرف مسائل کا سمجھنا ہوتا ہے جو آسان معلوم

ہوتا ہے، نفسِ عبادت پہلے ہی ذہن میں ہوتی ہے، جبکہ معاملات کو ہم فرائض و واجبات اور دیگر عبادات کی طرح پوری توجہ اور دھیان سے کرتے نہیں، حالانکہ یہ بھی معاملات روزمرہ ہم سے ہوتے رہتے ہیں، لیکن یہاں نفسِ معاملات کو پوری توجہ سے نہیں کرتے، جیسا رواج چل رہا ہے اسی طرح کر لیتے ہیں، جس میں جائز صورتیں بھی ہوتی ہیں، ناجائز بھی، فاسد بھی ہوتی ہیں اور باطل بھی، مگر اس طرف ہماری توجہ نہیں ہوتی، اس کے بعد جب ہم کتاب میں ان کو پڑھتے ہیں تو وہاں ان کے دلائل کی تفصیلات سامنے آتی ہیں، اصل معاملات ذہن میں نہیں اور اس کی تفصیلات بھی پوری طرح معلوم اور معروف نہیں، اس سے ایک طرح کی دُشواری محسوس ہونے لگتی ہے جو دراصل اپنی کمزوری ہے، ورنہ جیسے نماز، روزہ کے احکام بذاتِ خود آسان اور انکے دلائل وغیرہ کی تفصیلات کو سمجھنا آسان ہے ویسے ہی معاملات کے احکام بھی آسان اور انکی تفصیلات وشرائط وارکان کو سمجھنا بھی آسان ہے۔

بہر حال! یہی تصور یہاں بھی کام کرتا ہے کیونکہ وہی طلباء تخصص میں آتے ہیں، جب وہ یہاں آتے ہیں اور ان کو نماز کا مسئلہ ملتا ہے تو ان کے چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں، اور کتاب البیوع کا اگر کوئی مسئلہ مل جاتا ہے تو وہ ان کے لئے مُعَمّٰہ بن جاتا ہے، اس کو کیسے سمجھیں، کہاں سے سمجھیں، کیا سمجھیں، کیا نہ سمجھیں؟ اب وہ چکرانے لگتے ہیں، تو بھائی یاد رکھو! اگر اسی بات کو یہاں بھی ذہن میں رکھا تو آپ کے لئے افتاء کا کام مشکل ہوگا، یہاں جو بھی مسئلہ مل جائے، چاہے کتاب الزکوٰۃ کا ہو، کتاب الصلوٰۃ کا ہو، کتاب الصوم کا ہو، کتاب البیوع کا ہو، کتاب النکاح کا ہو، کتاب الطلاق کا ہو یا کتاب الکراہیۃ کا، سب طرح کے مسائل لینے ہیں، اور لیکر

ہر ایک کے حل میں ان ہدایات کے مطابق اچھی طرح محنت کرنی ہے۔

اس طرح جو جو خوب محنت کرتا رہے گا اور اس کے ساتھ گڑ گڑا کر دعا کرتا رہے گا، یقیناً اس کے لئے آسانی ہوگی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوگی، لہٰذا دونوں باتیں یاد رکھیں، بالخصوص جواب لکھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور متوجہ ہونا نہ بھولیں، سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا سیکھیں، آسان استفتاء ملے تو بھی، مشکل استفتاء ملے تو بھی فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوں، یا اللہ! یہ سوال میرے پاس آگیا ہے، میں ناواقف ہوں، بے علم ہوں، مجھے کچھ نہیں آتا!

اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ إِلَّا مَاجَعَلْتَهُ سَهْلاً وَ أَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَهْلاً إِذَا شِئْتَ

یا اللہ! مشکل بھی آسان نہیں اگر آپ آسان نہ فرمائیں، اور اگر آپ آسان فرمائیں تو مشکل بھی آسان ہے، لہٰذا آپ اپنے کرم سے اس سوال کو ان ہدایات کے مطابق حل کرنے میں میری مدد فرما!، میں عاجز ہوں آپ قادر ہیں، میری آپ سے دعا ہے کہ آپ اپنی قدرتِ کاملہ سے اس میں میری مدد فرمائیں۔

یاد رکھیں! جس کو رجوع الی اللہ کا قاعدہ یاد ہوگیا وہ کبھی زندگی میں اِن شاء اللہ تعالیٰ ناکام نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ اس نے اپنی عاجزی اللہ تعالیٰ کے سامنے ظاہر کردی، اور قادر کو اس کی قدرت کا واسطہ دے دیا، جو ہر چیز پر قادر ہے وہ کیوں نہ اپنے اس عاجز بندہ کی مدد فرمائیں گے، اور جب وہ مدد فرمائیں گے تو پھر کیا مشکل ہوسکتی ہے، کیا پریشانی ہوسکتی ہے؟ اپنے ذات پر اپنے علم پر بھروسہ نہ ہو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ہو، اللہ ربّ العزّت کی قدرت کو سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ

سے دعا کی جائے تو ہر مسئلہ آسان ہے۔

یہی وہ بات ہے جو حکیم الأمت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے معمولات میں سے ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ الحمدللہ میری یہ عادت ہے جب کوئی شخص مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ جواب سے پہلے میں اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرلوں کہ یا اللہ یہ سوال کر رہا ہے میں کیا جواب دونگا، آپ میری مدد فرمادیجئے! الحمد اللہ جب میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو جیسے ہی دعا کر کے فارغ ہوتا ہوں اور اسکا سوال سنتا ہوں، من جانب اللہ جواب القاء ہوجاتا ہے۔

تو بھائی! آپ بھی اس اصول کو اپنالو کہ ہمیشہ جب بھی آپ سے زبانی کوئی بات پوچھے یا تحریری طور پر جواب طلب کرے، آپ سنتے ہی اور یا سوال لیتے ہی اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگیں کہ یا اللہ! اپنے فضل سے اس کے حل کرنے میں میری مدد فرما، اور آپ کے نزدیک جو حق ہے مجھے وہ القاء فرما، پھر بسم اللہ پڑھ کر اس کو پڑھنا شروع کریں اور اس پر محنت کریں اور کوشش کریں، لہٰذا استفتاء جس باب کا بھی ملے جس کتاب کا ملے اور جس موضوع کا ملے، آپ لے لیں، ہاں جیسے میں نے شروع میں عرض کیا کہ اگر واقعی آپ کی استطاعت سے وہ باہر ہے تو واپس کردیں، اس کے بدلہ دوسرا لے لیں جو آپ سے بآسانی حل ہوسکے ہو اور اس کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

ہدایت نمبر (۳)

مقررہ وقت پر استفتاء لینا

دارالافتاء سے استفتاء مقررہ وقت پر حاصل کرنا ضروری ہے، پابندیٔ وقت میں اُستاذِ محترم اور طلباء دونوں کے وقت کی حفاظت ہے۔

تشریح

اس ہدایت کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ جو اُستاذِ محترم آپ کو تمرین کے لئے استفتاء دیں گے، وہ آپ کے لئے ایک خاص وقت مقرر کریں گے اِن شاء اللہ تعالیٰ، وہ مقررہ وقت استفتاء کے لئے لینے کا بھی ہوگا اور تیار فتوی جمع کرانے کا بھی ہوگا، اس میں ان کے لئے بھی سہولت اور آسانی ہے اور آپ کے واسطے بھی سہولت اور آسانی ہے، کیونکہ اُستاذِ محترم وہ وقت آپ کے اس کام کے لئے فارغ کریں گے، جس سے ان کے دوسرے کاموں میں خلل نہیں آئے گا، کیونکہ وہ بھی دارالافتاء میں ہیں، اور ان کے ذمہ بھی دارالافتاء کی خدمت ہے، اس ہدایت پر عمل کرنے سے ان کے کام میں خلل نہیں آئے گا۔

وہ جو وقت مقرر کریں گے وہ اپنے دیگر کاموں کو آگے پیچھے کر کے کریں گے، اس طرح ان کے لئے آسانی ہوگی کہ باقی وقت میں جب آپ ان کے پاس نہیں جائیں گے، تو یکسوئی سے وہ اپنا کام کرتے رہیں گے، اور آپ کے لئے بھی سہولت اور آسانی ہوگی کہ اس مقررہ وقت میں جا کر آپ آسانی سے استفتاء لے سکیں گے، اور بے وقت بے موقع ان کے پاس جائیں گے تو ممکن ہے کہ وہ اس وقت مشغول

ہوں، کسی ضروری کام میں مصروف ہوں، ایسی صورت میں وہ آپ کو کہیں گے تھوڑی دیر ٹھہر جایئے، انتظار کر لیجئے، اس طرح آپ کا بہت سا وقت ضائع ہوسکتا ہے، اور جس اہم کام یا ضروری کام میں وہ مصروف ہیں اس میں بھی خلل آئے گا کہ وہ اس سے جلد سے فارغ ہوکر آپ کو فتوی دینا چاہیں گے، اس طرح اُستاذِ محترم آپ کے لئے جو وقت مقرر کردیں اسی وقت انکے پاس جائیں، اور ان سے استفتاء لیں، اور اپنا تیار جواب ان کے سپرد کریں، اس میں دونوں کے لئے راحت ہے، اس کا خیال رکھنا چاہیے۔

ہدایت نمبر (۴)

استفتاء لیتے اور دیتے وقت اندراج کرانا

استفتاء لے کر اس کا رجسٹر میں اندراج اور وصولی کے دستخط ضروری ہیں، تاکہ ضرورت پڑنے پر جلد تلاش کیا جاسکے، اور جمع کراتے ہوئے اندراجِ رجسٹر میں تاریخ اور واپسی کے دستخط ضروری ہیں۔

تشریح

یہ بھی بڑی اہم ہدایت ہے کہ آپ جب ان سے استفتاء لیں گے تو اُستاذِ محترم کے پاس ایک رجسٹر ہوگا، اس رجسٹر کے اندر آپ اپنے استفتاء کا نمبر تحریر کریں گے، اور اس کے برابر میں وصولی کے خانہ میں وصولی کے دستخط کریں گے، اور اس کے نیچے تاریخ درج کرنی ہوگی، جس میں بڑے فائدے ہیں، سب سے بڑا فائدہ

یہ ہے کہ اُستاذِ محترم کو یہ معلوم ہوگا کہ کس نمبر کا استفتاء کس طالب علم کے پاس ہے، تا کہ وہ جواب کا آپ سے تقاضا کرسکیں اور آپ سے اس کو طلب کرسکیں۔

چونکہ ہمارے یہ استفتاء عموماً ڈاک کے ہوتے ہیں تو بعض دفعہ تاخیر کی بناء پر مستفتی کو شکایت ہوتی ہے، وہ رابطہ کرتا ہے کہ میں نے اتنے عرصہ سے استفتاء بھیجا ہوا ہے، مجھے اس کا جواب نہیں ملا، تو اگر آپ کے نام پر وہ درج ہوگا اور تاریخ لکھی ہوئی ہوگی تو اُستاذِ محترم کو بڑی آسانی ہوگی، وہ فوراً آپ کو بلائیں گے اور بلا کر پوچھیں گے کہ آپ کا جواب کس مرحلہ میں ہے؟ دیر کیوں ہورہی ہے؟ جلدی اس کا جواب تیار کرو! ورنہ میرے حوالہ کرو! میں کسی اور کے سپرد کردوں، اس سے تفتیش میں آسانی ہوگی، شکایت کو دور کرنا آسان ہوگا اور اگر وصولی کے وقت آپ نے دستخط نہیں کئے، تاریخ نہیں لکھی، تو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کونسا استفتاء کون سے طالب علم کے پاس ہے؟ اور پھر بجائے ایک کے سب طلباء سے پوچھنا پڑے گا، بتایئے! اس میں کتنا وقت ضائع ہوگا؟

اس لئے یہ ضروری ہے کہ آپ از خود اپنی ذمہ داری پر جب استفتاء لیں تو رجسٹر کے اندر بھی اس کو لکھیں، اور آگے وصولی کے دستخط کر کے تاریخ لکھیں، یہ آپ کی ذمہ داری ہے، اُستاذِ محترم استفتاء آپ کے حوالہ کردیں گے، رجسٹر آپ کے سامنے إن شاء اللہ تعالیٰ ہوگا، آپ خود یہ کام کریں گے۔

اس بارے میں آپ کا یہ عذر قابلِ سماعت نہیں ہوگا کہ اُستاذِ محترم نے مجھے کہا ہی نہیں اس لئے نہ میں نے اس کا نمبر لکھا، نہ وصولی کے دستخط کئے، یہ آپ کی غلطی ہوگی یہ اصلاً اُستاد کی ذمہ داری نہیں، آپ کی ذمہ داری ہے، کیونکہ آپ لینے

والے اور واپس کرنے والے ہیں، تو جس کی ذمہ داری لینے کی ہے اسی کی ذمہ داری لکھنے کی بھی ہے، دستخط کرنے اور تاریخ لکھنے کی بھی ہے، اور پھر واپس جمع کرانے کی بھی ہے۔

جواب میں غیر ضروری تاخیر نہ کریں

اس کے بعد فتوی کو بلا ضرورت اپنے پاس نہیں رکھنا چاہئے، اس لئے کہ یہ جواب کے لئے کسی نے بھیجا ہے، اور اس کو اس کا جواب چاہئے، تا کہ وہ اس پر عمل کر سکے، اس میں غیر معمولی تاخیر کرنے کی نہ شرعاً گنجائش ہے اور نہ عقلاً، اس لئے اس کا بہت خیال رکھیں کہ ہمارے جواب لکھنے میں اتنی تاخیر نہ ہو کہ مستفتی کو بلا وجہ پریشانی ہو جائے، ہم دار الافتاء والے ان کے درمیان واسطہ ہیں، اگر ہم نے بلا عذرِ معتبر جواب میں غیر معمولی تاخیر کی تو ماخوذ ہوں گے، اس لئے اپنے پاس رکھنے کے بعد جتنی جلدی ہو سکے اس کا جواب مکمل کر کے جلد واپس کر دیں۔

اور جب آپ واپس کرنے جائیں گے تو بھی واپسی کے دستخط اور جمع کرانے کی تاریخ کا اندراج کرنا ہوگا کہ میں نے فلاں تاریخ کو فتوی جمع کرا دیا اور دستخط کر دیئے، جس سے یہ اندازہ کرنا آسان ہوگا کہ آپ کو کس تاریخ میں استفتاء ملا تھا اور کتنے دن آپ کے پاس رہا، اور کب آپ نے واپس جمع کرایا، اس سے آپ کی قابلیت اور صلاحیت کا بھی اندازہ ہوگا کہ جو طالب علم محنتی ہوگا، قابل اور لائق ہوگا، وہ زیادہ وقت نہیں لگائے گا اِن شاء تعالٰی، اور جو نالائق ہوگا، کاہل ہوگا، سست ہوگا، لاپرواہ ہوگا، وہ تاخیر کرے گا۔

تحقیقی فتویٰ میں ضروری تاخیر کی گنجائش

سوائے بعض تحقیقی فتاویٰ کے جو عموماً آپ کو نہیں دیئے جائیں گے، یعنی بعض تحقیقی فتاویٰ میں تحقیق کی بناء پر تاخیر ہو سکتی ہے، اس کا بھی ایک الگ طریقہ ہے، جو یہ ہے کہ اگر اس کے جواب میں تحقیق کی وجہ سے تاخیر ہو رہی ہے، تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے اُستاد کی رہنمائی میں جس شخص کا وہ استفتاء ہے اسے خط لکھ دے، کہ آپ کا فتویٰ فلاں تاریخ کو ہمارے پاس آیا ہے، وہ قابلِ تحقیق ہے، اس پر تحقیق ہو رہی ہے، اس کے جواب میں مزید کچھ وقت لگے گا، اس کی آپ کو اطلاع دی جا رہی ہے تاکہ آپ کو پریشانی نہ ہو، اس طرح وہ بھی مطمئن ہو اور اس کو شکایت کا موقع نہ ملے، اور اِدھر ہم تحقیق بآسانی کر سکیں۔

لیکن جیسے میں نے عرض کیا کہ یہ تحقیقی فتاویٰ عام طور سے سالِ دوم اور سالِ سوم کے طلباء کو دیئے جاتے ہیں، سالِ اوّل کے طلباء کو نہیں دیئے جاتے، لیکن اگر مل جائے اور ایسا ہو کہ آپ بآسانی اس کی تحقیق کر کے حل کر سکتے ہوں تو آپ بھی اس میں زیادہ وقت نہ لگائیں، اگر زیادہ وقت لگنے کا امکان ہو مگر تحقیق اپنے دائرہ اختیار کے اندر ہو تو فوراً اُستادِ محترم سے کہیں یا مجھ سے آ کر کہیں، تاکہ میں ان کو خط لکھوا سکوں کہ اس کے جواب میں کچھ تاخیر ہو رہی ہے آپ انتظار نہ کریں، چند روز میں اِن شاء اللہ تعالیٰ آپ کو جواب مل جائے گا۔

ہدایت نمبر (۵)

پہلا استفتاء مکمل کر کے دوسرا استفتاء لیں

نیا استفتاء اس وقت تک نہ لیا جائے جب تک پہلا جمع نہ کرادیں۔

تشریح

بارہا کے تجربہ کے بعد اس ہدایت کو لکھا گیا ہے، ہوتا یہ ہے کہ بعض طلباء ایک استفتاء مکمل نہیں کرتے کہ دوسرا لے لیتے ہیں، پھر دوسرا مکمل نہیں ہوتا کہ تیسرا لے لیتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انکا ذہن تین سوالوں میں تقسیم ہوجاتا ہے، اور ہر ایک کا جواب لکھنے کے لئے اس کی ذہنی قوت منقسم ہوجاتی ہے، جس سے وہ کمزور ہوجاتی ہے، اور کمزور ہونے کی بناء پر ایک فتوے کو جس تحقیق، توجہ اور محنت سے لکھنا چاہئے، اس طرح وہ ان دو اور تین فتووں کو نہیں لکھ سکتا، جس سے اس کی تمرین صحیح نہیں ہوگی، جبکہ تمرین ہی یہاں زیادہ مقصود ہے، جس کی بناء پر اس کی استعداد نہیں بنتی اور فتوے سے مناسبت نہیں ہوتی۔

بعض طلبہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں ہر سہ ماہی میں ان کے لئے کچھ فتاوی کی تعداد مقرر ہے، کہ ہر طالب علم کو ایک سہ ماہی میں اُتنے استفتاء ضرور لکھنے ہیں، جو آپ کو درجۂ تخصص کے نگران حضرت مولانا مفتی عبد اللہ صاحب برمی دامت برکاتہم بتلائیں گے کہ اس سہ ماہی میں آپ کو اتنے فتاوی لکھنے ہیں، طلباء اس مخصوص تعداد کو پورا کرنے کے لئے یہ چاہتے ہیں کہ ہماری یہ

تعداد کسی طرح جلدی سے پوری ہوجائے اور پھر ہم اطمینان کا سانس لیں، یہ اطمینان کا سانس لینے والی بات صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس کی وجہ سے بعض طلباء استفتاء لے کر عجلت میں پوری تحقیق کئے بغیر جواب مکمل کریں گے، اور اپنی تعداد پوری کر کے فارغ ہونے کی کوشش کریں گے، ظاہر ہے یہ ہمارے مقصدِ اصلی کے خلاف ہے، اصل مقصد زیادہ سے زیادہ تحقیق و تفتیش کرنے کی مشق کرنا ہے اور تمرین کرنا ہے، اس تمرین کے لئے یکسوئی ضروری ہے، اور یکسوئی کے لئے ضروری ہے کہ طالب علم اس تعداد کے پیچھے نہ پڑے، ہاں سرسری طور پر اس کو ذہن میں رکھے کہ اس کو بھی پورا کرنا ہے، لیکن اصل اور پوری توجہ تمرین کی طرف رکھے، تاکہ اس کے اندر استعداد اور صلاحیت پیدا ہو، کتابوں کو دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہو، اس میں سے جزئیات نکالنے کی قابلیت پیدا ہو، اس کے لئے بھرپور توجہ چاہئے۔

لہٰذا اس کے لئے ایک استفتاء لینا ضروری ہے، اس کو لیکر چوبیس گھنٹے محنت کریں، کوشش کریں، تمام کتابوں کو دیکھیں ان میں اس کا حکم اور حوالہ تلاش کریں اور پھر سوال سمجھ کر سوال کے مطابق اور فقہی عبارات کی روشنی میں اس کا جواب دیں، اگر آپ کے پاس صرف ایک فتویٰ ہوگا، آپ اس پر پوری محنت آسانی سے کرسکیں گے، اور پوری توجہ سے اس کو حل کریں گے، اور صحیح جواب بھی اِن شاء اللہ لکھیں گے، اس کے بعد جب اس کو جمع کرادیں تو دوسرا لے لیں یہ بڑی اہم بات ہے۔

ہدایت نمبر (۶)

استفتاء میں منشاءِ سوال سمجھیں!

استفتاء کو لینے کے بعد مراجعتِ کتب سے پہلے اسے کئی بار

اچھی طرح خوب غور سے پڑھیں اور سوال کا منشاء اچھی طرح سمجھیں، عموماً اس میں مستفتی بعض غیر ضروری باتوں کو جمع کردیتا ہے، انکی طرف التفات کی بجائے اصل مسئلہ کو سمجھیں، پھر اپنی طرف سے اس کا جواب سوچیں، یہ تمرین میں اصل ہے، تا کہ بصورتِ فرق مطالعہ سے اس کی کمی کو دور کرسکیں۔

تشریح

یہ ہدایت آپ کے لئے نہایت اہم ہے، اگر آپ نے اس کو اپنے ذہن میں نقش کرلیا اور اس پر عمل کیا تو اِن شاء اللہ تعالیٰ آدھی تمرینِ افتاء آپ کی درست ہوجائے گی، کیونکہ مشہور ہے "اَلسُّؤَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ" کہ سوال کرنا آدھا علم ہے، اس کے بعد جواب دینا آدھا علم ہے اور سوال وجواب مل کر پورا علم ہے، تو جیسے سوال آدھا علم ہے اِسی اس کو سمجھنا بھی آدھا علم ہے، اور تمرین میں یہ بنیادی بات ہے کہ جواب لکھنے والا سائل کے سوال کو سمجھے۔

جو لوگ سوال لکھنے والے ہیں اکثر وہ عام لوگ ہوتے ہیں، انہیں یہی معلوم نہیں ہوتا کہ سوال کرنے کے آداب کیا ہیں؟ سوال کس طرح کرنا چاہیے؟ کس طرح لکھنا چاہیے؟ کس طرح نہیں لکھنا چاہیے؟ وہ بے چارے اکثر "عوام کالأنعام" کا مصداق ہوتے ہیں، ظاہر ہے وہ اپنی سمجھ کے مطابق سوال لکھیں گے، کبھی لمبا چوڑا حال لکھیں گے اور سوال آخر میں آدھی سطر میں ہوگا، کبھی دو تین صفحے لکھ دیئے، اور معلوم نہیں پوچھنا کیا چاہ رہے ہیں؟ اور بعض ایسے بھی ہیں کہ اپنے ما فی الضمیر کو چند سطروں میں ظاہر کردیتے ہیں، اور سوال واضح لکھ دیتے ہیں، تو ہر قسم

کے سوالات آپ کے سامنے آئیں گے، اس سے اندازہ ہوگا کہ کوئی اپنی بات کو بہت تفصیل سے لکھتا ہے اور کوئی بہت اختصار کے ساتھ لکھتا ہے، کوئی مجمل اور اور کوئی مبہم لکھتا ہے، اور بعض مرتبہ باتیں اِدھر اُدھر کی بہت لکھتا ہے مگر منشأ اس کا کچھ اور ہوتا ہے، تو ہمیں اس کا سوال پڑھ کر اس کا مقصد سمجھنا ضروری ہے کہ سوال کا مقصد کیا ہے؟ وہ ہم سے پوچھنا کیا چاہتا ہے؟ اس کو کہتے ہیں سوال کا منشاء۔

اس پر ہمیں بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے، جو طلباء اس کو سمجھ لیتے ہیں ان کے جوابات شروع دن سے صحیح ہونا شروع ہو جاتے ہیں، اور جو طلبہ اس کو نہیں سمجھتے ان کے جوابات سالِ سوم میں پہنچنے کے بعد بھی بعض مرتبہ غلط ہوتے رہتے ہیں، اس لئے کہ انہوں نے منشاءِ سوال سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔

اس کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اس طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے، جو ان کی کوتاہی ہے، اس طرح تمرین صحیح نہیں ہوسکتی، سائل کچھ پوچھ رہا ہے آپ جواب کچھ دے رہے ہیں، اس کا منشاء کچھ اور ہے آپ کا جواب کچھ اور ہے، اس کا مقصدِ سوال کچھ اور ہے آپ کچھ اور جواب دے رہے ہیں، یہ آپ میں زبردست کمی اور کوتاہی ہوگی، اگر اس سلسلہ میں کسی نے اس کوتاہی کو دور نہ کیا تو اس کو افتاء کا صحیح کام آنا مشکل ہے۔

پہلا کام سوال سمجھنا

اس لئے استفتاء لینے کے بعد آپ کا سب سے پہلا اور اصل کام یہ ہوگا کہ آپ اس سوال کو بار بار پڑھیں، غیر ضروری اور غیر متعلقہ سوالات کو چھوڑیں، اس کے بنیادی مقصد کو سمجھیں اور منشاءِ سوال سمجھ کر پہلے آپ خود اس کا جواب سوچیں،

کیونکہ ما شاء اللہ آپ دورۂ حدیث کر چکے اور حدیث وفقہ کی ضروری تعلیم حاصل کر چکے ہیں، تو کم از کم کسی بھی سوال کے بارے میں آپ کو اجمالاً اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ حرام ہے یا حلال ہے، جائز ہے یا ناجائز ہے، شرع کے مطابق ہے یا خلافِ شرع ہے؟ لہٰذا آپ جو کچھ پڑھ کر آئے ہیں پہلے اس کا امتحان لے لیں، کوئی نہ کوئی جواب آپ کے ذہن میں آئے گا، چاہے یہ سمجھ میں آجائے کہ میرے ذہن میں نہیں آرہا کہ اس کا کیا جواب ہے؟ اور اپنے جہل کا علم بھی علم ہے۔

بہر حال! جب اس کا کوئی جواب ذہن میں آجائے تو اس کو محفوظ رکھیں اور کتابوں کی طرف رجوع کریں، اگر آپ سوال کے منشاء کو سمجھے ہوئے ہونگے تو کتابوں میں دیکھنا بھی اِن شاء اللہ تعالیٰ آسان ہوگا کہ سائل نے یہ پوچھا ہے، اب مجھے کتاب میں اس مسئلہ کو دیکھنا ہے۔

زیادہ سے زیادہ کتبِ فقہ کا مطالعہ کرنا

اس کے بعد فقہ کی ایک کتاب سے لے کر زیادہ سے زیادہ فقہ کی کتابوں میں اس مسئلہ کو دیکھیں، صرف ایک کتاب میں دیکھنے پر اکتفاء نہ کریں، جتنی بھی آپ کتابیں دیکھ سکتے ہیں دیکھیں، یہ تمرین کا حصہ ہے، جس طرح ہمیں جواب سوال کے مطابق لکھنا ہے اسی طرح یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ جواب کتنی کتابوں میں ہے، اور کس طرح ہے؟ کہیں آپ کو تفصیل ملے گی، کہیں خلاصہ ملے گا، کہیں دلیل ملے گی اور کہیں دلیل نہیں ملے گی، کہیں ایک انداز سے حکم لکھا ہوگا اور کہیں دوسرے انداز سے حکم لکھا ہوگا، کہیں ضمناً اور بعض جگہ کچھ نافع اور مفید باتیں بھی لکھی ہوں گی، جو دوسری کتابوں میں نہیں ہوں گی، ان سب باتوں کا جاننا آپ کے لئے نہایت نافع

اور مفید ہوگا جو تمرین کا حصہ ہے۔

ایک غلطی کا ازالہ

یہاں اکثر طلبہ یہ غلطی کرجاتے ہیں کہ جوں ہی انہیں اپنے سوال کے مطابق جواب کی کوئی عبارت کسی کتاب میں مل جاتی ہے وہ جلدی سے وہاں سے اس کو اٹھا لیتے ہیں، اور جواب مکمل کرکے جواب دکھانے چلے جاتے ہیں، یہ کام تو آپ تخصص میں داخلہ لئے بغیر بھی کرسکتے ہیں یہاں درجۂ تخصص میں آنے، داخلہ لینے اور طویل مدت تک رہنے کی کوئی ضرورت نہیں، اتنے سے کام کے لئے آپ کا دورۂ حدیث بھی کافی ہوسکتا ہے۔

یہاں آنے کا منشاء ایک دو کتابیں دیکھنا نہیں ہے، یہاں تو فقہ کے اندر غرق ہونا مقصود ہے، اور کتابوں کو اچھی طرح کھنگالنا مقصود ہے، کتابوں کے تعارف کی ضرورت ہے اور ان کے اندر مسائل کو دیکھنے کی ضرورت ہے، اور بار بار ان کو دیکھ کر ان سے مناسبت پیدا کرنی ہے کہ جب آپ کے سامنے کوئی سوال آئے فوراً آپ کے ذہن میں یہ بات آئے کہ یہ مسئلہ فلاں کتاب کے اندر موجود ہے، اور یہ بات اُس وقت ہوگی جب آپ نے بار بار کتابیں دیکھی ہوگی، بار بار مراجعت کی ہوگی، اس سے آپ کی مشق ہوگی، تمرین ہوگی مسئلہ کو نکالنا اور تلاش کرنا آئے گا، اور یہ تمام فائدے حاصل ہونگے، جن کا اوپر ذکر آیا ہے۔

اس کے لئے آپ تمام کتابیں، چاہے عربی کی ہوں، اُردو کی ہوں، فارسی کی ہوں، سب کو دیکھنے کے بعد جو عبارت سب سے زیادہ جامع اور واضح ہو، معتبر اور مستند ہو، اپنے جواب کیلئے وہ لے لیں، باقی کتب کا آپ کو الحمد للہ علم ہوگیا۔

اس کے بعد اس کی روشنی میں آپ اپنے سوال کے منشاء کے مطابق جواب کی عبارت بنائیں، پہلے عبارت کو سمجھیں، اس کے سمجھنے سے آپ کو جواب سمجھ میں آجائے گا، جواب سمجھ میں آنے کے بعد سوال کے مطابق جواب لکھیں۔

جواب کی عبارت نہایت آسان ہو

اس جواب کے اندر خالص آسان اُردو استعمال کریں، نہ اس میں عربی الفاظ استعمال کریں، نہ اصطلاحی الفاظ استعمال کریں، کسی قسم کا کوئی مشکل لفظ ہرگز استعمال نہ کریں، اپنے ذہن میں اس بات کو نقش کرلیں کہ آپ کے مخاطب عام مسلمان ہیں، کوئی عالم، فاضل اور فارغ التحصیل حضرات مخاطب نہیں ہیں، پھر اسی عام آدمی کی زبان میں اسے جواب لکھیں، اکثر طلبہ کا یہ حال ہے کہ وہ چونکہ درسِ نظامی پڑھے ہوئے ہوتے ہیں، وہاں رات دن اصطلاحی الفاظ استعمال ہوتے ہیں، جس کے نتیجہ میں ان کی زبان اور ذہن پر وہی اصطلاحی الفاظ چھائے رہتے ہیں، پھر وہی اصطلاحی الفاظ اُردو کے جواب میں بھی استعمال کرتے ہیں، جو عوام کے لئے ناقابلِ فہم ہوتے ہیں۔

اپنے جواب کا جائزہ

بہر حال جب آپ اپنا جواب لکھ لیں تو پھر اپنے سوچے ہوئے جواب اور اس جواب کو دیکھیں، اس وقت تین صورتیں ہوں گی۔

(۱)..... آپ کے جواب کی تصدیق ہوجائے گی کہ پہلا پڑھا ہوا بھی کام آیا اور اس کی تصدیق ہوئی۔

(۲)..... یا اس کی اصلاح ہو جائے گی، جس سے معلوم ہوگا کہ پہلی یاد داشت صحیح نہیں تھی اب صحیح ہوگئی۔

(۳).... اگر اس وقت کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا تو اب علم ہو جائے گا ، إن شاء اللہ تعالیٰ۔

اُردو فتاوٰی کے پڑھنے اور سمجھنے کا بھی یہی قاعدہ ہے کہ پہلے اسکا سوال پڑھیں پھر اس کو سمجھیں اور پھر خود اس کا جواب سوچیں، اب جواب سوچنے کے بعد اس کو محفوظ رکھیں، پھر لکھا ہوا جواب پڑھیں، فوراً آپ کی اصلاح ہو جائے گی إن شاء اللہ تعالیٰ، اور وہی تینوں صورتیں یہاں بھی ہوں گی، بہر حال! اپنے استفتاء کا جواب اس ہدایت کے مطابق لکھنا چاہیے ۔

ہدایت نمبر (۷)

زیادہ سے زیادہ کتب کا مطالعہ

اس کے بعد کتب سے مراجعت کی جائے، اور مراجعت میں ایک کتاب کو دیکھ کر جواب لکھنا کافی نہیں ہے، بلکہ زیادہ سے زیادہ کتابوں میں مسئلہ دیکھ کر جواب لکھا جائے، اس کا ایک فائدہ یہ ہوگا کہ کتب سے مراجعت میں مسئلہ کے ہر پہلو سے آشنائی حاصل ہوگی، اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر اور مسائل بھی نظر سے گذریں گے جو بعد میں بہت مفید سرمایہ ثابت ہوں گے، البتہ حوالہ کے لئے ایک دو کتابوں کی عبارت نقل کر دینا کافی ہے، باقی کا اجمالی حوالہ دیدیں، عربی حوالہ میں صرف اردو فتاوٰی کی عربی

عبارتوں پر اکتفاء نہ کریں، بلکہ اصل کتاب کی طرف مراجعت کر کے لکھیں۔

تشریح

یہ ہدایت بھی گذشتہ ہدایت کی طرح بہت اہم ہے کہ منشاءِ سوال کے مطابق زیادہ سے زیادہ کتابوں کا مطالعہ کریں اور جو کچھ پوچھا گیا ہے اس کا حکم تلاش کریں اور جواب کی تیاری کریں، جواب کی تیاری کرنا یہ تمرینِ افتاء ہے، تمرینِ افتاء کے اندر دو پہلو سب سے اہم ہیں:

(۱)....ایک سوال کے مطابق جواب لکھنا۔

(۲)....اس جواب کے لئے کتبِ فقہ کی طرف مکمل مراجعت کرنا۔

اگر آپ مراجعت نہیں کریں گے تو آپ جواب صحیح نہیں لکھ سکیں گے، لہٰذا سب سے پہلے سوال سمجھنے کے بعد ضروری ہے کہ آپ فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کریں، اور اس مسئلہ کو ہر کتاب میں دیکھیں، اور ایک دو کتابوں میں مل جانے پر ہرگز اکتفاء نہ کریں، تمرینِ افتاء میں زیادہ سے زیادہ کتابوں کو دیکھنا اور مسلسل کتابوں کو دیکھنا نہایت اہم اور ضروری امر ہے، اس کے بغیر آپ کی صحیح تمرین نہیں ہوسکتی، اس لئے ضروری ہے کہ آپ زیادہ سے زیادہ کتابیں دیکھیں، ایسا کرنے سے ایک تو آپ کو کتابیں دیکھنے کا ملکہ حاصل ہوگا، جس کا فی الحال آپ کو خود اندازہ ہے کہ اگر آپ کے سامنے کوئی اہم فقہی مسئلہ آجائے تو آپ اس کو مطوّلات میں نکالنے سے قاصر ہیں، بلکہ آسان سے آسان مسئلہ بھی نکالنے کے لئے گھنٹوں درکار ہوں گے، مشق کرنے کے بعد یہ کام منٹوں میں ہوجائے گا۔

غیر متعلقہ مسائل کا علم

اس میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ مطالعہ کے دوران کچھ غیر متعلقہ مسائل بھی نظر سے گذریں گے جن کی فی الحال آپ کو ضرورت نہیں ہوگی، لیکن آپ جب انہیں پڑھیں گے تو وہ آپ کو نئے معلوم ہوں گے، اور آپ کا دل یہ کہے گا کہ یہ بڑے کام کے ہیں، کیونکہ بعض مرتبہ آپ وہ مقام پہلی مرتبہ دیکھیں گے یا پہلے دیکھا ہوگا مگر اس توجہ سے نہیں دیکھا ہوگا جس توجہ سے اب دیکھ رہے ہیں تو آپ کو ان کی بڑی اہمیت معلوم ہوگی، اور خیال ہوگا کہ یہ مسئلہ بھی یاد رکھنے کا ہے، آئندہ کسی وقت اس کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔

مسائل مکمل حوالے کے ساتھ لکھیں

یہاں میں جملہ معترضہ کے طور پر درمیان میں آپ سے ایک بات عرض کرتا ہوں، وہ بات اگرچہ آگے آرہی ہے مگر میں یہاں اس کا تھوڑا سا ذکر کرہی دوں، وہ یہ ہے کہ آپ فوراً اپنی ایک بیاض بنالیں، اور جب آپ فقہ کی کتابوں کی طرف مراجعت کریں تو اس کو اپنے ساتھ رکھیں، اور جب اس قسم کا کوئی مسئلہ آپ کو ملے وہ فوراً اپنی کاپی میں نوٹ کرلیں، اور اپنی کاپی میں آپ کتاب الصلوٰۃ سے لیکر کتاب الوصایا تک ابواب بنالیں، اور اس کے ساتھ فہرست اور صفحہ نمبر بھی ڈالیں، اور اپنی کاپی کے اندر کتابوں اور ابواب کیق درے جلی عنوانات ڈال دیں، کتاب الطہارۃ کا جزئیہ اور مسئلہ کتاب الطہارۃ کے عنوان کے تحت لکھیں وغیرہ، البتہ کاپی میں نقل کرنے میں پورے تیقظ اور بیداری سے کام لیں، چنانچہ اس میں پوری عبارت

لکھیں، اور اگر پوری نہ لکھیں تو اس کا کچھ اہم حصہ لکھ کر ''الخ'' کر دیں، اور اس کے ساتھ کتاب کا نام اور مطبوعہ لکھیں اور صفحہ نمبر بھی ڈال دیں!

یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ یہ ضمنی کام ہے، بعض طلبہ نقل کرنے میں اس کی طرف توجہ نہیں دیتے، اس وقت لاپرواہی سے اُلٹا سیدھا نقل کر دیتے ہیں، نہ عبارت پوری لکھی، نہ صفحہ نمبر صحیح لکھا، نہ جلد لکھی، اب جب ضرورت پڑے گی تو کتاب آپ کی رہنمائی نہیں کرے گی، کیونکہ جس صفحہ پر آپ مسئلہ دیکھیں گے وہ آپ کو وہاں نہ ملے گا، یہ آپ کی غلطی ہے، آپ نے نقل کرنے میں کوتاہی کی، اگر آپ نقل کرنے میں کوتاہی نہ کرتے تو وہاں یہ صفحہ نمبر لکھا ہوا آپ کے کام آجاتا، وقت بھی بچتا، محنت سے بھی بچتے اور افسوس بھی نہ کرنا پڑتا، اب یہ افسوس کرو گے کہ یہ مسئلہ میرا دیکھا ہوا ہے، اچھی طرح مجھے یاد ہے میں نے دیکھا ہے لیکن وہ مل ہی نہیں رہا، تو جیسے نہ لکھنے میں افسوس ہوتا ہے تو بعض اوقات لکھے ہوئے میں بھی افسوس ہوتا ہے، اس لئے اس بیاض کے اندر نقل کے وقت صحیح حوالہ لکھنے کی عادت ڈالیں، تب آپ کی یہ بیاض آپ کے لئے نہایت کارگر ہوگی، بہر حال! دوسرا فائدہ تمرین کے دوران یہ ہوگا کہ بہت سے متعلقہ مسائل بھی نظر سے گذریں گے، اور گذرنے کی وجہ سے وہ آپ کے لئے آئندہ کارآمد ہوں گے۔

ہر مصنف کا ذوق معلوم ہونا

ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ساری کتابیں دیکھنے سے آپ کو ہر مصنف کا مزاج معلوم ہو جائے گا، ہر مصنف کا مزاج اور ذوق الگ ہوتا ہے، اسی کے مطابق وہ اپنی کتاب مرتب کرتا ہے، ایک کتاب کی کتاب الطہارۃ کسی اور انداز کی اور دوسرے

کی الگ، تیسرے کی الگ اور کسی اور انداز کی ہوگی، حالانکہ ہیں سارے طہارت کے مسائل، مگر ہر ایک نے اپنے ذوق کے مطابق اس کو مرتب کیا ہے، اسی ذوق کی وجہ سے وہ ایک دوسرے الگ اور ممتاز ہیں، اس سے آپ کو شناسائی حاصل ہوگی، آپ سمجھ سکیں گے کہ کس کتاب کے اندر مسائل زیادہ اچھے ملتے ہیں، کس کتاب میں وجوہات زیادہ ملتی ہیں، کس کتاب کے اندر دلائل زیادہ ہوتے ہیں، کس کتاب میں جزئیات زیادہ ہوتے ہیں، کس کتاب میں مسئلہ زیادہ آسانی سے ملتا ہے، کونسی کتاب زیادہ معتبر ہے اور کونسی قوی، کونسی غیر معتبر اور غیر مستند ہے، یہ سارے فائدے کتاب دیکھنے سے معلوم ہوں گے۔

ایک دو کتابوں کو دیکھ کر اگر جواب لکھا گیا تو آپ کو یہ فائدے زیادہ حاصل نہیں ہوں گے، اس لئے کہا جاتا ہے کہ کتب فقہ کی طرف خوب مراجعت کریں، چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی کتابیں دیکھیں "ما لا بدّ منه" سے لیکر "ہندیہ، شامیہ" سب دیکھیں، تاکہ سب سے شناسائی حاصل ہو۔

اردو فتاویٰ کا مطالعہ

اسی طرح اردو فتاویٰ بھی دیکھیں، اردو فتاویٰ دیکھنے کی بڑی ضرورت ہے اور یہ ضرورت اس لئے ہے کہ یہ ہمارے زمانہ کے فقہاء ہیں، انہوں نے ہمارے اس دور میں شامی، بحرالرائق، ہندیہ، تاتار خانیہ اور فتاویٰ انقرویہ وغیرہ کتب کو سمجھ کر، دیکھ کر مسائل حل فرمائے ہیں، اور یہ مسلّمہ اصول ہے کہ ماہرین کی مہارت سے فائدہ اُٹھانا چاہئے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اپنے زمانہ کے فقیہ ہیں، انہوں نے اپنے زمانہ کے مسائل اپنی کتابوں میں حل کئے ہیں، ان کی ان کتابوں سے

ہمارے زمانہ کے مسائل ہمارے ان فقہاء نے حل کئے ہیں، اور اپنی کتب اور فتاوٰی میں ان کو لکھا ہے، تو ہمیں یہ فائدہ ہوگا کہ ہمارے ان اکابر نے ان متقدمین کی کتابوں کو کس طرح سمجھ کر اس زمانہ کے مسائل کو حل فرمایا ہے، انہی کی تابعداری میں ہم چلیں گے إن شاء الله تعالیٰ " وَكَفٰى بِهِمْ قُدْوَةً " (ان کی پیروی ہمارے لئے کافی ہے)۔

اردو فتاوی میں دو باتوں کی احتیاط

لیکن ان اُردو فتاوٰی کے مطالعہ کرنے میں دو چیزوں کی احتیاط ضروری ہے:

(۱)....ایک یہ کہ صرف ان فتاوٰی پر اکتفاء نہ کریں، اس لئے کہ یہ اردو فتاوٰی ہیں، ان کے اندر مسئلہ سمجھنا کیا مشکل ہے، ان حضرات کے سامنے یہ سارے مسائل گذر چکے ہیں، اور ایک دفعہ نہیں بار بار گذرے ہیں، اس لئے امداد الفتاوٰی، امداد المفتیین، فتاوٰی دار العلوم دیوبند، امداد الاحکام، کفایۃ المفتی، فتاوٰی محمودیہ اور فتاوٰی رحیمیہ وغیرہ میں سارے مسائل مشترک ہی ملیں گے، سوائے دورِ حاضر کے چند جدید مسائل کے بیشتر سوالات آپ کو ایسے ملیں گے جن کے جوابات وہاں موجود ہوں گے، اور جب آدمی کو پکی پکائی روٹی ملتی ہے تو سوچتا ہے کہ کون محنت کرے، اگر خدانخواستہ یہ خیال ہے تو پھر یہاں آنے کی ضرورت نہیں، یہ کام گھر میں بھی ہوسکتا ہے، جب کوئی سوال کہیں سے آئے یا کوئی پوچھے، آپ اُردو فتاوٰی کے دو تین سیٹ لیکر رکھ لیں، کہیں نہ کہیں آپ کو وہ سوال اور اس کا جواب مل ہی جائے گا، وہ خود ہی پڑھ کر عمل کرلیں، اور دوسروں کو بھی جواب بتادیں، پھر تخصص کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر تخصص کرنا ہے تو اس کے لئے یہ سہولت پسندی کافی نہیں، اس کے لئے

اُردو فتاوٰی صرف اس لئے دیکھے جاتے ہیں تا کہ ہمارے اکابر کا ذوق معلوم اور انہوں نے ان کتابوں سے کس طرح استفادہ کیا ہے وہ ہمیں معلوم ہو۔

(۲)....دوسری یہ کہ ان اُردو فتاوٰی میں عربی حوالہ بھی جگہ جگہ ملیں گے، امداد الاحکام، امداد الفتاوٰی، امداد المفتین میں بیشتر عبارتیں الحمد للہ موجود ہوتی ہیں، فتاوٰی دار العلوم مکمل ومدلل کے حاشیہ میں بھی عبارتیں جمع کردی گئی ہیں، متن میں بھی بعض دفعہ آجاتی ہیں، تو بعض طلبہ بیچارے ناسمجھ ہوتے ہیں، وہ انہی اُردو فتاوٰی سے اردو کا جواب نقل کرتے ہیں اور وہیں کے عربی حوالہ نقل کر لیتے ہیں، پھر اس اردو کے فتاوٰی کے اس مجموعہ کا نام نہیں لکھتے، اور اُستاد کو جا کر دکھا دیتے ہیں، ایسے آدمی کو کبھی فتوٰی لکھنا نہیں آسکتا، کیونکہ وہ تو ناقل ہے، وہ تمرین نہیں کر رہا ہے، وہ تو سوال کے مطابق اردو فتاوٰی سے جواب نقل کر کے دکھا رہا ہے، خود کچھ محنت نہیں کر رہا، لہٰذا اس طرح تمرینِ افتاء نہیں ہوگی۔

چنانچہ اگر اس کے پاس کوئی ایسا مسئلہ آگیا کہ جس کا جواب اس کو اردو فتاوٰی میں نہیں ملا تو اس کو پسینہ آجائے گا کہ اب کہاں سے لکھوں، اس کا جواب کہاں سے نکالوں؟ کیونکہ عادت پڑی ہوئی ہے نقل کرنے کی نہ کہ فتوٰی نویسی کی، اب نقل ملے تو وہ نقل کرے اور نقل نہ ملے تو عقل کیا کرے، اس لئے ایسے طالبعلم اکثر فیل ہوتے رہتے ہیں، کیونکہ جب سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ امتحان ہوتا ہے، تمرین کے اندر عموماً ایسے ہی سوالات ہوتے ہیں کہ جن کے اندر کوئی نہ کوئی ایسی بات ہوتی ہے کہ ظاہر میں تو سوال بڑا آسان معلوم ہوتا ہے مگر ایک کانٹا اس میں ایسا لگا ہوتا ہے جو ناقل کی سمجھ میں نہیں آتا، عاقل کی سمجھ میں آسکتا ہے، یعنی جس نے صحیح تمرینِ

افتاء کی ہو، اس لئے وہ فیل ہوجاتا ہے، اس لئے ایسی غلطی کوئی نہ کرے۔

عربی حوالہ اصل کتاب سے لیں

البتہ اگر وہاں کوئی عربی حوالہ ملے اور وہ آپ اپنے فتوی میں بھی لینا چاہتے ہیں تو اس حوالہ کو عربی کتابوں میں نکالیں، کیونکہ ضروری نہیں کہ اردو فتاوٰی میں جو حوالہ لکھا ہے بعینہٖ وہ مل جائے، کیونکہ مطابع بدل چکے ہیں، لہٰذا باب اور صفحہ عام طور سے ملتا نہیں، اس میں محنت ہوتی ہے، بعض طالبعلم محنت سے کتراتے ہیں، جو کترائے گا وہ ناکام رہے گا، اس لئے یہاں زبردست محنت اور کوشش کی ضرورت ہے، اس لئے اصل کتابوں میں تلاش کر کے پھر جواب لکھیں، بہرحال ان فتاوٰی میں اردو فتاوٰی کی عربی عبارت نقل کرنا صحیح نہیں بلکہ اصل کتاب کی طرف مراجعت کر کے لکھنا ضروری ہے۔

اردو فتاوی کا جواب نقل نہ کریں

ایسے ہی اردو جواب بھی نقل کرنا کافی نہیں، وجہ یہ ہے کہ اگر ایسا کریں گے تو جواب اکثر غلط ہوگا، اس لئے کہ ان اردو فتاوٰی کی جو عبارت ہے وہ اس کے سوال کے مطابق ہے، اور آپ کے سوال کی عبارت دوسری ہے، نفسِ سوال ایک ہے، مگر یہاں الفاظ کچھ اور ہیں اور اردو فتاوٰی میں کچھ اور ہیں، لہٰذا وہاں جواب دوسرا اور یہاں جواب دوسرا ہوگا، اب آپ نے سمجھداری سے کام نہیں لیا، اور سوچا کہ یہ تو وہی سوال ہے، لہٰذا وہیں سے اردو جواب نقل کر کے اُستاد کو دکھادیا، ظاہر ہے یہ جواب غلط ہوگا، اس میں آپنے محنت کچھ نہیں کی، جب کہ یہاں مضمون بنانے کی بھی

ضرورت پڑتی ہے، لہٰذا پہلے سائل کے سوال کو سمجھیں، پھر اس کے سوال کے مطابق اپنے جواب کی عبارت بنائیں، تاکہ جیسے ہی کوئی سوال پڑھے، اسی کے مطابق اس کو جواب ملے۔

اس کے لئے سوچنے اور مشق کرنے کی ضرورت پڑتی ہے، یہاں جب آپ استاد کے پاس اپنا جواب لیکر جائیں گے وہ آپ کا جواب کاٹ دیں گے کہ سوال کے الفاظ کچھ ہیں اور جواب کے کچھ اور ہیں، یہ آپ کیسا جواب لکھ کر لائے ہیں؟ بہرحال یہاں کئی طرح سے آپ کی اصلاح ہوگی، اردو کے اعتبار سے، جملوں کے اعتبار سے، سوال کے اعتبار سے اور جو فقہی جزئیات آپ نے جمع کئے ہیں ان کی روشنی میں جواب کی اصلاح ہوگی، اندازہ کریں کہ اس میں کتنے پہلو ہیں، ان تمام جہتوں سے تمرین ہوتی ہے، تو نقل سے کبھی کام نہیں چلے گا۔

لہٰذا آپ اپنے اکابر کے ذوق کو پہچانیں، مزاج ومذاق کو پہچانیں، اور یہ سمجھیں کہ انہوں نے کس طرح دورِ حاضر کے مسائل کو سمجھ کر ان کو حل کیا ہے، آپ بھی اسی کی تابعداری کریں، جواب کے لئے آپ زیادہ سے زیادہ فقہی عبارتیں جمع کریں، اس طرح بہت سی عبارتیں جمع کرکے ان کی روشنی میں جواب لکھ کر آپ اپنے استاد کے پاس لے جائیں، پھر وہ آپ کی اصلاح کریں گے، اس کے بعد جب اصل کاغذ پر جواب لکھنے کا وقت آئے گا تو اس میں صرف ایک دو کتابوں کی سب سے واضح، جامع اور بے غبار عبارت نقل کرنی کافی ہوگی، بقیہ کتابوں کے حوالہ "وکذا" کرکے درج کردیں۔

ہدایت نمبر (۸)

حلِ استفتاء میں تبویب اور اردو فتاوی کی مراجعت

حلِ استفتاء کے دوران اردو فتاوی سے بھی رجوع کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ ہمارے اکابر نے ایسے استفتاء میں کیا جواب تحریر فرمایا ہے، اور ناقل کی تحریر میں اور ان کی تحریرات میں کیا فرق ہے؟ خاص طور پر حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی اور رسائل بہت اہم ہیں، اور تبویب سے مراجعت بھی اس بارے میں مفید ہے، جس کا طریقہ فہارس کے رجسٹروں کی مدد سے معلوم ہوسکتا ہے۔

تشریح

اس ہدایت کی تشریح بھی گذشتہ ہدایت کے ساتھ کافی حد تک ہوگئی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ تبویب ہمارے دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی کے فتاوی کے رجسٹروں کا نام ہے، دارالافتاء دارالعلوم کے پچاس سال سے زیادہ کے الحمد للہ فتاوی جمع ہیں، جن میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر آج تک کے اکابر کے فتاوی ہیں، اور ان کی باقاعدہ فہرستوں کے بھی رجسٹر ہیں، ان میں بھی دیکھنا چاہئے کہ ہمارے اکابر نے کیا جواب لکھا ہے، اس کے دیکھنے کا بھی یہی طریقہ ہے کہ ان کو بعینہٖ نقل نہیں کرنا بلکہ ان کو سمجھنا ہے اور پھر سوال کے

مطابق جواب لکھنا ہے، اور عربی عبارتوں کو اصل کتاب سے لے کر اپنی کتابوں میں لینا ہے۔

امھات الفتاوی پانچ ہیں

اُمہات الفتاوٰی پانچ ہیں، جو درج ذیل ہیں:

وہ پانچ یہ ہیں:

(۱)....امداد الفتاوٰی ۔۔۔ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے فتاوٰی کا مجموعہ۔

(۲)....فتاوٰی دار العلوم مکمل ومدلل ۔۔۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوٰی کا مجموعہ۔

(۳)....امداد المفتین ۔۔۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے فتاوٰی کا مجموعہ۔

(۴)....امداد الاحکام ۔۔۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ کے فتاوٰی کا مجموعہ۔

(۵)....دار العلوم کراچی کے فتاوٰی۔

دار العلوم کراچی کے فتاوٰی الحمد للہ چیدہ چیدہ اور اہم ''حوادث الفتاوٰی'' کے نام سے مرتب ہو رہے ہیں، کیونکہ تمام فتاوٰی کی اشاعت کیلئے بڑا وقت اور سرمایہ چاہئے، وہ فتاوی تقریباً دو ڈھائی لاکھ ہیں، ان کی تقریباً ۳۰ یا ۴۰ جلدیں ہونگی، لہٰذا اکابر نے یہ طے کیا ہے کہ فی الحال ان میں سے چیدہ چیدہ اور اہم فتاوٰی مرتب کئے جائیں چنانچہ وہ ''حوادث الفتاوٰی'' کے نام سے مرتب ہو رہے ہیں، اس میں تمام

جدید مسائل پورے ذخیرے سے لئے جائیں گے (۱)، اس طرح سے یہ بھی اُمہات فتاوٰی میں شامل ہیں۔

ہدایت نمبر (۹)

جو کتاب جہاں سے لیں وہیں رکھیں

تبویب سے مراجعت میں خاص طور سے اور ویسے بھی عمومی طور پر ہر کتاب کے استعمال میں یہ اہتمام ضروری ہے جس رجسٹر یا کتاب کو جہاں سے اُٹھایا ہے، واپس اسی جگہ رکھیں۔

تشریح

یہ ہدایت بہت اہم اور بہت ہی زیادہ قابلِ توجہ ہے، اس کا تعلق نظم وضبط اور خالصتاً ہماری تربیت سے ہے، اور یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ بات درجۂ تخصص کے شریک طلباء کو سمجھانی پڑ رہی ہے، کیونکہ یہ وہ بات ہے جو آدمی اپنی ماں کی گود میں سیکھتا ہے اور اپنے گھر کے اندر اس کی تعلیم حاصل کرتا ہے، جس کی تعلیم آدمی کو گھر میں لینی چاہئے وہ گھر اور پھر مکتب میں اس نے نہیں لی، یہاں تک کہ اعدادیہ بھی پاس کرلیا، پھر عربی درجات بھی پڑھ لئے اور پھر دورۂ حدیث بھی ہوگیا، پھر بھی اسکو پتہ نہ چلا، یہاں تک کہ تخصص میں آکر اعدادیہ سے پہلے کی بات اس کو

(۱) یہ کام فی الحال موقوف ہے، البتہ تادمِ تحریر دار العلوم کے فتاوٰی کے مجموعہ میں سے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے خودنوشتہ فتاوٰی کی تین جلدیں "فتاوٰی عثمانی" کے نام سے منظر عام پر آچکی ہیں، جب کہ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کے خودنوشتہ فتوٰی کی ایک جلد "امداد السائلین" کے نام سے منظر عام پر آچکی ہے۔ از مرتب

بتائی، پڑھائی اور سمجھائی جارہی ہے، کیونکہ اکثر ہمیں اس ہدایت پر عمل کرنے کے عادت نہیں اور اس ہدایت پر ہمارا عمل نہیں ہے اس لئے بجبوری اس کو بتانا پڑتا ہے۔

لیکن ہے یہ قابلِ افسوس بات! جس کا حاصل یہ ہے کہ جس چیز کا نام ادب ہے، تہذیب ہے وہ ہم نے سیکھی نہیں، کیونکہ اس ہدایت کا تعلق حسنِ معاشرت سے ہے، تو بھائی اس طرف توجہ دینے کی بہت ضرورت ہے، اور یہ ان اُمور میں سے ہے جو ایک انسان کے انسان ہونے کے لئے ضروری ہیں، چہ جائیکہ ایک عالم کے لئے کیونکہ باقاعدہ عالم وفاضل، مفتی وقاضی ہونا بہت بڑی بات ہے، لیکن اگر اس پر ہمارا عمل نہیں تو عالم ہونا تو کجا، ہمارا انسان ہونا بھی مشکل ہے، اور عالم وفاضل ہونے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سب سے پہلے اس پر عمل ہو، اس لئے اس ہدایت پر خاص توجہ دیں۔

آپ حضرات کو تمرینِ افتاء کے لئے درجۂ تخصص اور دارالافتاء سے واسطہ پڑے گا اور اس سلسلہ میں تخصص کی کتابوں سے استفادہ کرنا ہوگا، دارالافتاء کی کتابوں اور رجسٹروں سے آپکا تعلق ہوگا، کیونکہ تمرین کا ان دونوں سے تعلق ہے، اب تک کا ہمارا تجربہ یہ ہے کہ طلبہ میں یہ کوتاہی عام پائی جاتی ہے کہ جب ان کو کسی مسئلہ کی تحقیق کے لئے کسی کتاب کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ کتاب نکالتے ہیں اور اس کتاب سے استفادہ کرنے کے بعد عقل وشرع کا تقاضہ یہ ہے کہ جہاں سے کتاب لی ہے، وہیں رکھیں، انسان کی فطرت بھی انسان سے اس کا تقاضا کرتی ہے، اور اسی کا نام ادب ہے، لیکن افسوس کہ ہمارے اکثر طلبہ کا حال یہ ہے کہ ضرورت کے وقت کتاب تو نکال لی لیکن کتاب سے استفادہ کرنے کے بعد وہیں رکھدیا اور چلدیئے،

یہی صورتحال تبویب کے رجسٹروں میں بھی ہوتی ہے کہ طلباء کو تبویب کے رجسٹروں سے استفادہ کے لئے جہاں کسی رجسٹر کی ضرورت پڑی، انہوں نے اپنی ضرورت سے رجسٹر کو نکالا اور اپنا مقصد حاصل کیا، استفادہ کیا، اب اس کی جگہ پر رکھنا چاہئے، مگر نہیں رکھتے وہیں چھوڑ کر چلے چلے جاتے ہیں، چنانچہ اکثر طلباء کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جس جگہ بیٹھ کر مطالعہ کرتے ہیں اس رجسٹر کو وہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ متعدد گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں، اور گناہ در گناہ کرنے والے آدمی کو کیا علم آئے گا، کیا خاک تمرینِ افتاء آئے ہوگی، کیا اس کو مقبول فتوی نویسی نصیب ہوگی؟ ہرگز نہیں!

گناہ در گناہ کا ارتکاب

اس لئے میں نے عرض کیا تھا کہ یہ راستہ تقوی کا ہے اس لائن کے نافع ہونے کی شرط تقوی ہے، اہلِ تقوی ہی اس کے اندر کامیاب گزرے ہیں، اور وہی اس میں **إن شاء الله تعالیٰ** آئندہ کامیاب ہونگے، اور تقوی نہیں ہوگا تو یہ لفظی کورس آپ ایک مرتبہ نہیں دس مرتبہ پورا کرلیں، خود بخود متقی نہیں بن سکتے، کیونکہ تقوی کا مطلب ہے گناہوں سے بچنا، جب گناہوں سے نہیں بچا تو مزید گناہوں میں مبتلا ہوگا، چنانچہ ایسا شخص کا ایک شخص کو نہیں بلکہ تخصص اور پورے دارالافتاء کے عملہ کو اور اپنے تمام رفقاء کو ستاتا ہے، ایذاء دیتا ہے اور پریشان کرتا ہے۔

گناہ در گناہ کی وضاحت اس طرح ہے کہ:

(۱)....سب سے پہلے اس نے یہ غلطی کی کہ جہاں سے کتاب نکالی تھی وہاں نہ رکھی، یہ ظلم ہے کیونکہ ظلم کی تعریف ہے:

"وَضْعُ الشَّيْءِ عَلٰى غَيْرِ مَحَلِّهٖ أَوْ فِيْ غَيْرِ مَحَلِّهٖ"
یعنی کسی چیز کو اس کے محل (جگہ) سے ہٹا کر رکھنے کا نام ظلم ہے۔

اب اس کتاب کی جگہ، جلد، الماری، خانہ مخصوص ہے وہاں نہ رکھنا یہ ظلم ہے، اور نہ رکھنے والے نے آدابِ معاشرت کی صریح خلاف ورزی کی جو سراسر گناہ ہے۔

(۲)....اسکے بعد کتاب جو بے موقع رکھا یہ الگ اور دوسرا گناہ ہے۔

(۳)....متعین جگہ پر نہیں رکھا تو بعض اوقات دوسرا اس کو کہیں اور رکھ دے گا، اس طرح کتاب گم ہو جاتی ہے، رجسٹر غائب ہو جاتے ہیں، اب اس کے گم ہونے کی وجہ سے ایک تو مدرسہ کا مالی نقصان ہوا، کیا پھر یہ حرام اور ناجائز نہیں؟ وہ بھی وقف کے مال میں جو اور زیادہ سنگین گناہ ہے۔

(۴)....اس کے بعد عملہ کو پریشانی ہوگی، رجسٹروں اور کتابوں پر ایک نگران مقرر ہے، اس کی ذمہ داری ہے کہ سب کتابیں اپنی جگہ پر رہیں، کوئی گم تو نہیں ہوگئی اور ترتیب سے رکھی ہیں یا نہیں؟ اب جب وہ دیکھے گا پریشان ہوگا کہ اس نمبر کا رجسٹر اور کتاب کہاں گئی، اب وہ اِدھر اُدھر دیکھے گا تو پریشان ہوگا ہر ایک سے پوچھے گا، اور ہمارے بعض طلباء، اللہ تعالیٰ بچائے! ایسے نالائق ہوتے ہیں کہ بتاتے بھی نہیں کہ میں یہ کتاب اپنی جگہ پر نہیں رکھ پایا، فلاں جگہ رکھی ہے کسی کو ضرورت ہو تو وہاں سے لے لے، یا کم از کم عملہ کو اطلاع کر دے، وہ وہاں سے اُٹھا لے، تو یہ اور زیادتی ہے جس کے نتیجے میں عملہ پریشان ہو جاتا ہے، پھر وہ آپس میں معلومات کر کے ذمہ دار سے رجوع کرتے ہیں کہ رجسٹر غائب ہے، پتہ نہیں کہاں گیا، حالانکہ یہ امانت ہے اور اس کی کوئی دوسری کاپی بھی ہمارے پاس نہیں ہے، اب سب پریشان ہیں اور یہ

ذرا سی کوتاہی اور غفلت کی وجہ سے ہے، جو اس طالبعلم نے کی جس نے اس کو بے موقع رکھ دیا، اب اتنے افراد کو ستایا، یہ حرام کا ارتکاب کیا، یہ ظلم وزیادتی وقف کے اندر ہوئی، اور اگر خدانخواستہ رجسٹر گم ہو گیا تو کتنا بڑا نقصان اور گناہ ہوگا، اور اگر مل گیا تو کتنی پریشانی کے بعد ملا یہ گڑبڑ کیوں ہوئی؟ اس لئے کہ لینے کے وقت اپنی حاجت کے مطابق رجسٹر نکال لیا، لیکن رکھنے کے وقت اسکی جگہ رکھنے کا اہتمام نہیں کیا، اسوقت لاپرواہی برتی، اسکو وہیں چھوڑ کر چلتے بنے، اندازہ کریں کہ اس میں کتنے گناہ ہوئے۔

کتابیں ترتیب اور سلیقہ سے رکھیں

یہاں اوّلین شرط یہ ہے کہ آدمی نہ خود گناہ کرے، نہ دوسروں کو گناہ میں مبتلا کرے اور نہ دوسروں کو ستا کر پریشان کرے اور نہ خود پریشان ہو، اس لئے آپ اپنی عادت یہ بنائیں کہ اپنے تخصص کے کمرے میں بھی اور دارالافتاء میں بھی سب کتابوں اور رجسٹروں کا خیال رکھیں، سب سے پہلے تخصص میں کوشش کریں، جہاں بقدرِ ضرورت آپ کے لئے کتابیں مہیا ہیں، ان کو الماری میں ترتیب سے لگائیں، آپ تخصص کے کمرے میں جا کر دیکھیں گے تو الماری میں کتابیں بکھری ہوئی نظر آئیں گی، قاعدے اور سلیقے سے کتابیں لگی ہوئی نہ ملیں گی، یہ درجۂ تخصص کے قدیم طلباء کی بدتہذیبی، بدتمیزی ہے اور یہ وہی بری عادت ہے جس کی تربیت حاصل نہیں کی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کی الماریوں میں کوئی ڈھنگ نہیں، کوئی ترتیب نہیں۔

آپ کتابیں صحیح رکھنے کی عادت اپنے گھر میں بھی ڈالیں، اپنے کمرہ میں بھی ڈالیں، یہ عادتیں پہلے سے بگڑی ہوئی ہیں اسی وجہ سے یہاں بگاڑ ظاہر ہوا ہے، اگر

پہلے سے آپ کے اندر تہذیب ہوتی اور یہ بات سیکھی ہوئی ہوتی تو اس کو پڑھانے کی نوبت نہ آتی، اب یہاں اس وجہ سے پڑھا رہے ہیں کہ عادت خراب ہو چکی ہے اس کو سدھارنا ضروری ہے۔

کمرہ کی اشیاء بھی سلیقہ سے رکھیں

یہ مسئلہ صرف کتابوں تک محدود نہیں ہے بلکہ کمرے اور تخصص کی دیگر اشیاء کے بارے میں بھی ہے، ان کو سلیقے اور قاعدے سے رکھیں اور جو مشترک استعمال کی چیزیں ہیں ان کو مقررہ جگہ سے لے کر استعمال کے بعد اسی جگہ رکھنے کی عادت ڈالیں، یہ حضرت حکیم الأمت رحمہ اللہ کی تعلیمات میں واضح طور پر موجود ہے، اور آداب المعاشرت میں سے ہے، تاکہ کسی اور کو اگر اس کے استعمال کی ضرورت پیش آئے اس کو اسی کی جگہ وہ مل جائے، یہ نہ ہو کہ اس کی جگہ سے اُٹھالی اور پھر جہاں چاہے رکھدی، دوسرا ضرورت کے وقت ڈھونڈے گا اس کو پریشانی اُٹھانی پڑے گی، مثلاً چھری، چاقو، ماچس، مشترکہ تولیہ، لوٹا، کولر اور گلاس وغیرہ ہے، اس کی ایک جگہ مقرر ہونی چاہئے اور ہر ایک کو اس کی جگہ پر رکھنے کا معمول بنانا چاہئے تاکہ جب بھی ضرورت پڑے اس مشترک چیز کو اپنی جگہ پائے اور آسانی سے استعمال کرلے، اس کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے اس کا خیال رکھیں۔

ہدایت نمبر (۱۰)

اردو فتاوی کا جواب نقل نہ کریں

تبویب اور اردو فتاوی سے بعینہ ان کے الفاظ کو اپنے جواب میں

لینا نقل کرنے کے برابر ہے، جس سے خود فتوی لکھنے کی استعداد پیدا نہیں ہوگی، ہاں اگر کوئی خاص مسئلہ مراجعت طلب ہو تو اس میں کوشش کی جائے کہ الفاظ اپنے ہوں تاکہ منقولہ مضمون کی صحیح تعبیر کی اہلیت پیدا ہو سکے، اور اگر انہیں الفاظ کا نقل کرنا ضروری ہو تو اسے بصورتِ اقتباس اور بحوالۂ کتاب نقل کیا جائے تاکہ باقی عبارت سے وہ ممتاز ہو۔

تشریح

اس ہدایت کی تشریح پہلے ہو چکی ہے دوبارہ مختصراً عرض کر دیتا ہوں کہ اردو فتاویٰ اور تبویب سے بعینہٖ اردو جواب نقل نہیں کرنا چاہئے، جس طرح عربی عبارتوں کے بارے میں عرض کیا تھا کہ اصل کتابوں میں نکالیں اور پھر جواب میں نقل کریں اور وہاں کا حوالہ دیں، اسی طرح موجودہ سوال کے جواب کی اردو عبارت آپ از خود بنائیں، سمجھنے کے لئے بے شک آپ اردو فتاویٰ اور تبویب کے فتاویٰ سے مدد لیں، لیکن بعینہٖ اسے نقل نہ کریں ورنہ آپ نقل کرنیوالے ہوں گے، فتوی دینے والے نہیں ہوں گے، وہ آپ کا فتوی اس وقت کہلائے گا جب آپ خود سمجھ کر لکھیں گے، لہٰذا ہمیشہ اپنے جواب کی عبارت اپنے ہی الفاظ میں بنانے کی کوشش کریں جو سوال کے مطابق ہونی چاہئے، یعنی جیسے سائل سوال کر رہا ہے ویسے ہی جواب کی تعبیر اور ترتیب ہونی چاہئے۔

بہرحال مذکورہ بات بڑی اہم بات ہے جو آپ کو ذہن نشین کر لینی چاہئے، اکثر طلباء اس بات کو مدِ نظر نہیں رکھتے جس کی وجہ سے وہ روزانہ کی تمرین

اور امتحان میں اکثر فیل ہو جاتے ہیں، ہاں کبھی کبھار کسی خاص صورت میں ایسا ہو سکتا ہے کہ تبویب میں بعض فتاوی ایسے جامع ہیں کہ نئے سرے سے اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں، اگر سوال بھی ایسا ہے کہ دونوں میں کوئی فرق نہیں تو پھر الگ سے مستقل جواب بنانے کی ضرورت نہیں، پھر وہ فتوی تبویب میں ہے، اسی کی فوٹو کاپی اس کے ساتھ لگا دی جائے گی، جیسے بینک کی ملازمت کا مسئلہ ہے، کہ کسی نے پوچھا کہ بینک کی ملازمت کا کیا حکم ہے؟ اب اس کا دارالافتاء سے ایک ہی جواب جاتا ہے جو ایک مرتبہ غور کر کے مرتب کر لیا گیا ہے، اب اس کے لئے الگ سے جواب لکھنے کی ضرورت نہیں وہ فتوی ساتھ لگایا جا سکتا ہے اور ایسے فتاوی خود ہم نے چھپوائے ہوئے ہیں، اور ایسے سوال پر یہ جواب لکھ دیتے ہیں کہ "آپ کے سوال کا جواب منسلکہ فتوے میں ملاحظہ ہو" اس طرح وہ فتوی بعینہٖ چلا جائے گا اور ایسا کرنا درست ہے۔

ہدایت نمبر (۱۱)

پہلا جواب رف کاغذ پر لکھنا

اب جواب لکھنا شروع کریں، اولاً جواب رف کاغذ پر لکھیں یعنی مستفتی کے بھیجے ہوئے کاغذ پر نہ لکھیں تا کہ اساتذۂ کرام مطلوبہ اصلاح بسہولت فرما سکیں۔

تشریح

تمرین کے لئے عام طور سے ایسا کاغذ استعمال کریں جو ایک جانب سے سادہ ہو اور ایک جانب سے استعمال شدہ، جیسے سالانہ امتحانات کے پرچے وغیرہ،

لیکن وہ پرچے قرآن وحدیث اور فقہ کے نہ ہوں، کیونکہ ان کے استعمال میں بے ادبی ہے اور گناہ ہوتا ہے، عام طور سے دوسرے فنون کے پرچے آسانی سے مل جاتے ہیں وہ رَف کے طور پر استعمال کریں، یا دارالافتاء کے خطوط کہ جن میں ایک جانب سادہ ہوتی ہے یا لفافے وغیرہ کو کھول کر کہ وہ اندر سے سادہ ہوتے ہیں وہ استعمال کریں۔

لفافہ اُلٹ کر قابلِ استعمال بنانا

ہمارے حضرت سیدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایسا ہوتا تھا کہ لفافوں کو اُلٹا کر لیا جاتا تھا اور پھر دوبارہ چپکا کر لفافہ بنالیا جاتا تھا پھر اس پر ٹکٹ لگا کر روانہ کردیا جاتا تھا ڈاک خانہ سے لفافہ خریدنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی، کافی عرصہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا، اور اس زمانہ میں یہ بھی ہوتا تھا کہ لفافہ کھولکر جو اندر سے سادہ ہوتا تھا جواب کی مشق کرنے کے لئے اس کو استعمال کرلیا جاتا، ایسے کاغذات آدمی کو بآسانی مل جاتے ہیں، زیادہ کوشش کریں کہ اس طرح کے کاغذ مل جائیں تاکہ مشق اور تمرین بھی ہوجائے اور نیا کاغذ بھی ضائع نہ ہو، بعض ناواقف طلباء اپنے عمدہ کاغذ کو جو اصل جواب کے لئے ہوتے ہیں اس پر تمرین شروع کردیتے ہیں، گنجائش اس میں بھی ہے، کیونکہ تمرین ایک مطلوبہ فعل ہے لیکن یہ بہتر ہے کہ ایسے کاغذ کو استعمال کیا جائے جو ایک طرف سے کارآمد ہو اور دوسری طرف سے ناکارہ ہو، پھر اصل جواب لکھیں تو عمدہ اور اچھا کاغذ استعمال کریں۔

معمولی اشیاء کی قدر کریں

اس سے پتہ چلا کہ ہمیں معمولی چیزوں کو بھی ضائع نہیں کرنا چاہئے، ہمارے

حضرت رحمہ اللہ کے معمولات میں سے ایک معمول یہ بھی تھا جو درحقیقت حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات میں سے ہے کہ کاغذ کے جو سادہ حصے بچ جائیں ہمارے حضرت کی حیات میں وہ کاٹ کر رکھ لئے جاتے تھے اور چٹکی لگا کر ان کو لٹکا دیا جاتا تھا، وہ حضرت کے قریب لٹکے رہتے اور چھوٹے موٹے کاموں کے لئے وہ آسانی سے مل جاتے تھے، کچھ یادداشت اور کچھ دوسرے اُمور لکھنے کے لئے وہ استعمال میں آتے تھے، یہ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ''جس چیز کے جزوِ کثیر سے میں نے فائدہ اُٹھایا، اس کے جزوِ قلیل کو ضائع کرتے ہوئے دل کانپتا ہے'' آپ نے کھانا کھایا اس کے ذرّات دسترخوان پر پڑے ہیں، اس کو ضائع کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے، اس لئے کھانے میں بھی، پینے میں بھی، پہننے میں بھی، رہنے میں بھی اور استعمال کی حقیر اور کم تر چیزوں میں بھی ناقدری سے بچنا چاہئے، جب ان چیزوں کی قدر ہوتی ہے تو بندہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوتا ہے، اور جب شکر گزار ہوتا ہے تو پھر نعمتوں سے مالا مال ہوتا ہے، اور جو چھوٹی چیزوں کی ناقدری کرتا ہے پھر وہ بڑی چیزوں کی بھی ناقدری کرتا ہے، اور ناقدرا محروم تو ہوسکتا ہے مالا مال نہیں ہوسکتا، اس سے یہ سبق آپ کو حاصل ہوا کہ آپ معمولی معمولی چیزوں کی بھی قدر کریں۔

ہدایت نمبر (۱۲)

جواب لکھنے کے بعد اس کی اصلاح کرانا

اصل کاغذ پر نقل کرنے سے پہلے اصلاح کرنیوالے دو اساتذہ

کرام کو دکھا کر اصلاح کروالینا بہتر ہے، ورنہ ایک اُستاد سے اصلاح کروانا بہر حال ضروری ہے۔

تشریح

جو فتوی آپ نے مذکورہ بالا ہدایت کے مطابق لکھا ہوگا اب اسکو اپنے اساتذۂ کرام کے پاس اصلاح کے لئے لیکر جائیں، اس میں کم از کم ایک اُستاد کی اصلاح ضروری ہے، اس اصلاح سے پہلے تصدیق کرنے والے اساتذۂ کرام کے پاس نہ آئیں اور تصدیق کرنیوالے اساتذۂ کرام الگ ہیں اور اصلاح کرنیوالے اساتذۂ کرام الگ ہیں، اصلاح کرنیوالے حضرات میں فی الحال حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا مفتی اصغر علی ربانی صاحب دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب دامت برکاتہم ہیں، مولانا مفتی عصمت اللہ صاحب مدظلہ، مولانا مفتی شاہ تفضّل صاحب مدظلہ، مولانا مفتی سید حسین احمد صاحب مدظلہ، مولانا مفتی محمد یعقوب صاحب مدظلہ وغیرہ۔

فی الحال یہ حضرات پہلی اصلاح فرماتے ہیں، چاہے وہ ایک مرتبہ میں ہو یا زائد مرتبہ میں، جب یہ اصلاح کردیں اور بہتر ہے کہ اس پر وہ دستخط بھی کردیں تا کہ تصدیق کرنے والے کو اطمینان ہو کہ واقعی آپ اصلاح کرا کر لائے ہیں، کیونکہ ایسی شکایتیں بھی سامنے آئی ہیں کہ وہ بغیر اصلاح کرائے تصدیق کرنیوالے کے پاس لے گئے، وہ چاہتے ہیں کہ یہ جلدی سے پاس ہو تو میں اگلا استفتاء لے لوں گا، تو تصدیق کرنیوالے حضرات کے پاس جا کر نئے سرے سے محنت ہوتی ہے اور بجائے جلدی نمٹنے کے اور زیادہ تاخیر ہوتی ہے، یہ ایک نظم ہے اس کے مطابق چلنے

میں ہر ایک کو راحت ہوتی ہے۔

اس کے بعد تصدیق والے حضرات الگ ہیں ان میں فی الحال دو ہیں: ایک میرا نام ہے (حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم) اور دوسرے حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم۔

حضرت صدر صاحب دامت برکاتہم اور حضرت نائب صدر صاحب دامت برکاتہم تو ہم سب ہی کے اُستاذ ہیں، ہم سب ہی ان کی طرف رجوع کرتے ہیں، لیکن ان سے بقدرِ ضرورت اور بوقتِ ضرورت رجوع کیا جاتا ہے، چنانچہ ہم جس فتویٰ کو اہم سمجھتے ہیں اور مناسب سمجھتے ہیں اس کو وہاں بھیجتے ہیں، اور خود بھی ان سے مدد اور رہنمائی لیتے ہیں اور استفادہ کرتے ہیں، لیکن عام طور پر تخصص کے طلباء کے فتاویٰ کی تصدیق ان دو حضرات (حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی مدظلہم اور دوسرے حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب مدظلہم) سے ہوتی ہے، جب پہلی مرتبہ اصلاح ہوجائے تو اسی رَف کو لیکر آپ ان حضرات کے پاس جائیں گے، لیکن اگر پہلی اصلاح میں فتویٰ کے اندر کانٹ چھانٹ بہت زیادہ ہوگئی ہو تو رَف پر صاف لکھ کر ان حضرات کے پاس لے جائیں گے، اس کے بعد طلباء دو حصوں میں منقسم ہوتے ہیں، بعض حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب کی طرف رجوع کے لئے مقرر ہیں، اور بعض احقر کی طرف آتے ہیں، ایک سہ ماہی تک وہ ان سے اور میرے سے اپنے اپنے فتویٰ کی اصلاح کراتے ہیں، اس کے بعد اگلی سہ ماہی میں معاملہ برعکس ہوجاتا ہے۔

اصلاحِ جواب ناگزیر ہے

یہاں آکر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کا پورا جواب قابلِ اصلاح ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آدھا جواب قابلِ اصلاح ہو اور آدھا نہ ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کچھ بھی قابلِ اصلاح نہ ہو، تو یہ اصلاح دراصل تمرین کا حصہ ہے، اس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ آپنے جواب کو بھی سمجھا تھا، عربی کتابوں سے عبارتیں نکال کر اس کے مطابق جواب بھی لکھا تھا، اس کے باوجود یہ اصلاح ہو رہی ہے، کیوں ہو رہی ہے؟ مجھ سے اس میں کیا غلطی اور کوتاہی ہوئی؟ وہ آپ کو معلوم ہوگی۔

اس طرح اصلاح کے بعد ہی آدمی کو فتوی نویسی کا فن آتا ہے، دو اساتذہ کی اصلاح کرانا اس لئے بہتر ہے کہ جب ہمارے پاس فتوی آئے تو ہمیں بہت ہی کم وقت لگانا پڑے، کیونکہ ہمارے پاس آنے کے بعد وقت بہت تنگ ہوتا ہے، اور سالِ اوّل اور سالِ دوم والوں کے طلباء کے لئے جو وقت درکار ہوتا ہے وہ ہمارے پاس پورا نہیں ہوتا، اور اس کے ساتھ دارالافتاء کے رفقاء کے فتاوی بھی دو حصوں میں منقسم ہوتے ہیں، ان کو بھی جانچنا اور ان کی اصلاح کرنا ہوتی ہے، تو وقت بہت محدود ہوتا ہے، اس بناء پر ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ کی اصلاح کا جتنا بھی عمل ہے وہ ہمارے پاس آنے سے پہلے پورا ہوجائے، ہمارے پاس آنے کے بعد صرف ہم سوال دیکھیں، جواب دیکھیں اگر کوئی ضروری اصلاح یا اضافہ ہو تو وہ کردیں۔

ہدایت نمبر (۱۳)

مسئلہ میں تحقیق کریں مگر تاخیر بھی نہ کریں

مسئلہ کی تحقیق خوب کی جائے مگر اس میں اتنی تاخیر نہ ہو جو مستفتی

ہدایت نمبر (۱۴)

بیاض بنانا مفید تر ہے

اپنی ایک بیاض بنانا بہت ضروری ہے، اس کی مدد سے غیر معروف مقامات میں درج شدہ مسائل کو تلاش کرنا نہایت سہل ہو جاتا ہے۔

تشریح

بیاض کی اہمیت میں پہلے بھی بتا چکا ہوں، لیکن یہاں یہ بات اب مستقل ایک ہدایت کے طور پر آرہی ہے، تخصص کے طلبہ کو خاص طور سے تمرین کے شروع میں ایک بیاض یعنی کاپی بنانی چاہئے، جو کافی موٹی ہو، تا کہ ایک ہی مرتبہ بن جائے اور زندگی بھر کے لئے کافی ہو جائے، آپ کو تین سال کے دوران اکثر مختلف کتابوں کے مطالعہ کا بارہا موقع ملے گا، اور مطالعہ کے دوران اہم جزئیات نظر سے گذریں گے، اہم علمی بحثیں سامنے آئیں گی، اسی طرح ضروری مسائل سامنے آئیں گے، ان سب کو یا ان کا صحیح حوالہ اس کاپی میں نوٹ کرنا ہوگا، بعض کتابیں اپنے موضوع پر منفرد ہوتی ہیں، اسکا نام، مطبع، جلدیں سب نوٹ کرلیں تا کہ آئندہ کبھی آپکو یہ مسئلہ پیش آئے تو اس بیاض سے دیکھ کر فائدہ اُٹھا سکیں، یہ علمی ہیرے، جواہرات آپکو دارالافتاء، تخصص اور لائبریری کی کتابوں میں ملیں گے، اکثر محققین صاحبِ بیاض گذرے ہیں بہر حال آپ ایک کاپی بنالیں اور اس کو کتاب الطہارۃ سے لیکر کتاب الوصایا تک مرتب کرلیں اور پوری کاپی پر صفحہ نمبر ڈالدیں اور شروع میں فہرست بنالیں، یہ بات بھی یاد رکھیں کہ اردو فتاوٰی کے اندر بھی بعض قابلِ قدر

کی پریشانی کا باعث ہو، جلد جواب مکمل کرنے کی پوری کوشش کریں۔

تشریح

تحقیق کی ضرورت اپنی جگہ مسلّم ہے اور یہ تمرین کا اہم پہلو ہے، لہٰذا تحقیق تو کرنی ہے اور جتنی بھی فقہ کی اور فتاوی کی کتابیں آپ کو مہیا ہوں، عربی اور اردو سب ہی میں مسئلہ کو دیکھنا چاہئے، لیکن ان سب کے دیکھنے میں ذرا تیز رفتاری اختیار کرنی چاہئے، یہ نہیں کہ تحقیق کرنے بیٹھے تو ایک دن کے کام میں پانچ دن لگا دیئے، یہ مناسب نہیں، آپ ایک ہی فتوی لیں اور رات دن اسی پر محنت کریں، صرف نماز، کھانے اور سونے کے علاوہ کسی اور کام میں نہ لگیں، باقی سارا وقت آپ کا تمرینِ افتاء کے لئے ہے، یہاں درسِ نظامی کی طرح نہیں کہ چھ گھنٹے پڑھ کر چھٹی ہو جائے، بلکہ ہر وقت اپنے فتوی کی تحقیق میں لگے رہیں، یہاں تک کہ سارا دن اس میں لگا کر اسے پورا کریں۔

جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ آپ کو دیئے گئے استفتاء عموماً ڈاک کے ہوتے ہیں، یہاں فرضی سوالات نہیں دیئے جاتے، اس لئے ان سوالات کے جوابات میں عجلت بھی چاہئے، کیونکہ دوسری طرف مستفتی جواب کا منتظر ہے کہ کب میرا فتوی آئے تو میں اس پر عمل کروں، اب اگر ہم نے تحقیق میں غیر ضروری تاخیر کی تو وہ پریشان ہوگا اور وہ عمل کرنے سے رُکا رہے گا جو ہماری کوتاہی ہوگی، اس لئے ہمیں دونوں طرف خیال رکھنا ضروری ہے، اپنے طور پر تحقیق بھی پوری کرنی ہے اور تحقیق کو جلدی بھی کرنا ہے تاکہ فتوی تیار ہو کر جلد مستفتی کے پاس پہنچے اور وہ اس پر عمل کر سکے۔

تحقیقات ہوتی ہیں، انکو بھی نوٹ کرلیں، اس طرح سے آپ کی تمام علمی کاوشیں
بیاض میں رہنی چاہئیں، تاکہ وہ آئندہ چل کر آپ کے کام آسکیں۔

ہدایت نمبر (١٥)

مدرسہ کی کتب میں یادداشت لکھنے سے بچنا

مدرسہ کی کتابوں پر بے جا لکھنا، طرح طرح کے نشانات لگانا
نامناسب حرکت ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

تشریح

بعض طلبہ میں ایک بری عادت ہوتی ہے جو تعلیم کے دوران پڑ جاتی ہے، وہ
یہ کہ ان کو جو کتابیں پڑھنے کے لیے ملتی ہیں، ان کے آگے پیچھے کے گتوں اور اس
کے سادہ ورق کو اپنی باتوں سے بھر دیتے ہیں، یہ بہت بری عادت ہے، جس کی
طالبعلمی کے زمانہ میں اصلاح ہونی چاہئے، نہ اپنی کتاب میں ایسا کرنا مناسب ہے
اور نہ مدرسہ کی کتابوں میں جائز ہے، مدرسہ کی کتاب امانت ہے اور وقف کا مال ہے،
اور وقف کے مال میں ناجائز تصرف جائز نہیں، اور کتابوں کو اسطرح استعمال کرنا کہ
جس کہ نتیجے میں وہ خراب ہوجائیں جائز نہیں، البتہ اپنی کتابوں میں ضروری بات لکھ
سکتے ہیں غیر ضروری بات لکھنا مناسب نہیں ہے، مدرسہ کی طرف سے دی گئی تخصص
کی کتابوں میں بھی طلباء مطالعہ کے دوران اپنی یادداشتیں لکھنے بیٹھ جاتے ہیں، اسی
طرح رجسٹروں اور دار الافتاء کی کتابوں میں ایسا کرتے ہیں، ایسی بے جا حرکت کوئی
نہ کرے، جو بھی لکھنا ہے اپنے رف کاغذ پر لکھیں، اگر کوئی اہم بات یا اہم حوالہ لکھنا

ہے تو اپنی کاپی میں لکھیں، کتابوں کو صاف وستھرا رکھیں۔

ہدایت نمبر (۱۶)

فتاوی کی فائل بنانا

ہر طالبعلم کو ایک فائل بنانی چاہئے جس میں وہ اپنے تصدیق شدہ فتاوٰی جمع کر سکے، ایک تو استاد صاحب کی تصدیق باعثِ خوشی اور اظہارِ تعلق کی بات ہے، دوسرے اپنے لکھے ہوئے فتاوٰی کو جمع کرنے کا یہ اچھا طریقہ ہے، تیسرے اس مضمون پر دیگر استفتاء آنے کی صورت میں نئے سرے سے محنت نہ کرنی پڑے گی وہی تحقیق کافی ہوگی۔

تشریح

یہ ہدایت بیاض کے علاوہ ہے کہ آپ اپنی ایک فائل بنالیں اور پوری سہ ماہی کے اندر جتنے فتاوٰی آپ لکھیں ترتیب وار اس میں رکھتے چلے جائیں، اس طرح پوری سہ ماہی کے فتاوٰی فائل میں جمع ہو جائیں گے، جس میں کئی فائدے ہیں:

(۱).....آپ کی محنت آپ کے پاس محفوظ ہو جائیگی ورنہ آپ کے فتاوٰی دار العلوم کے رجسٹر میں محفوظ ہوں گے، لیکن بوقتِ ضرورت ان کو وہاں سے نکالنا آسان نہیں، اسی طرح تلاش کرنا اور جمع کرنا بھی آسان نہیں جبکہ فائل میں جمع کرنا آسان ہے۔

(۲).....دوسرے یہ کہ یہ بڑی سعادت ہے کہ متعلم فتوی نویسی اپنے

اساتذۂ کرام سے سیکھے اوران سے اپنے فتاوی کی اصلاح کرائے اور اصلاح کے بعد جب وہ اس پر دستخط کردیں تو یہ اسکے لیے بڑے اطمینان کی بات ہوتی ہے اور سعادت کی بات ہوتی ہے، اور یہ آپکے لیے ایک یادگار بھی ہے۔

(۳)..... وہ مسئلہ آپکو دوبارہ بھی پیش آسکتا ہے، اور عام طور پر لوگوں کا حافظہ کمزور رہے، اس بناء پر اپنے لکھے ہوئے جوابات بھی اکثر یاد نہیں رہتے، تو جب کسی کو مسئلہ بتانا ہوتو اس سے دیکھ کر بتادیں اور خود بھی عمل کرنا چاہیں کرسکتے ہیں۔

(۴)..... اس میں بعض فتاوی إن شاء اللّٰہ آپکے تحقیقی ہونگے، اور بعض اوقات تحقیقی استفتاء مکرر بھی آجاتے ہیں یا کسی اور ساتھی کے پاس وہ تحقیقی استفتاء آجاتا ہے تو فائل میں محفوظ رکھنے کی وجہ سے اس کے بھی کام آئے گا اور آپکے بھی کام آئے گا، ورنہ نئے سرے سے آپ تحقیق کریں گے، اگر چہ یہ نافع اور مفید ہوگی مگر محفوظ ہونے کی وجہ سے وقت بچ جائیگا۔

(۵)..... اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ کیا خبر اللہ تعالیٰ اسکے چھپنے کا انتظام فرمادیں، اگر آپ پوری محنت سے تمرین کریں گے تو تین سال میں آپکی فائل آپکے فتاوی کی ایک جلد ہوجائے گی، اگر طہارت سے لیکر وصایا تک اس کو مرتب کرلیں گے تو یہ ایک جلد بن جائیگی، اور اگر وہ شائع ہوگئی تو آپکے لیے صدقہ جاریہ بنے گی إن شاء اللّٰہ تعالیٰ.

فتاوی کا شمار

اس سال سے یہ عمل بھی شروع ہوا ہے کہ ہر سہ ماہی کے ختم پر آپکے فتاوی کی

گنتی ہوگی اور آپکے ناموں کے سامنے درج ہوگی، اسکے بعد ایک جگہ سے دوسرے استاد کے پاس آپکا تبادلہ ہوگا، تاکہ ہر اُستاد دیکھے کہ میرے پاس ان طلبہ نے اپنے فتاوی پورے کیے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کیے تو کیوں نہیں کیے؟ پھر اسی حالت میں وہ دوسرے استاد کے پاس جائیگا تو وہ پوچھیں گے کہ تم نے اپنی تعداد پوری کیوں نہیں کی؟ نامکمل کر کے میرے پاس کیوں آئے؟ کیونکہ یہ ایک کورس ہے اور جس طرح اور کتابوں کا کورس پورا ہونا چاہیے ایسے ہی فتاوی کی تعداد کا کورس پورا ہونا چاہیے، اسکے لیے یہ فائل کام آئیگی اور ہر سہ ماہی میں وہ چیک ہوگی، اور ایک صاحب اس پر نگران ہونگے وہ دیکھیں گے کہ آپکے جواب مدلّل ہیں یا غیر مدلّل، مفصّل ہیں یا غیر مفصّل اور مختصر، خوشخط ہیں یا گندے اور خراب، اور تعداد پوری ہے یا نہیں، تو آپکے ناموں کے آگے آپکی مختصر سی کیفیت مرتب ہوگی، اسکے بعد آپ دوسری جگہ منتقل ہونگے اس لیے بھی آپکے لیے فائل ناگزیر ہے۔

ہدایت نمبر (۱۷)

اصلاحِ جواب سے دل برداشتہ نہ ہوں

اصلاح کرنے والے اساتذۂ کرام بسا اوقات آپکے حوالۂ مذکور کو کاٹ دیں گے، اور کبھی پورا جواب ہی نامنظور ہوگا، تو اس سے دل برداشت نہ ہوں کہ اس مسئلہ ہی کو چھوڑ دیں، بلکہ اساتذہ کے مشورہ سے حل کرنے کی کوشش کرتے رہیں، اللہ پاک إن شاء اللہ اسی کو آسان فرما دیں گے، دعا بھی کرتے رہیں۔

تشریح

تمرینِ افتاء میں جواب میں کانٹ چھانٹ اور اصلاح ناگزیر ہے اور دراصل اسی کا نام تمرین ہے، آپکی اصلاح کے لیے اساتذۂ کرام غلطیاں نکالیں گے، ان کو دور کرنے کے لیے دوبارہ محنت کرنی ہوگی، ازسرِ نو جواب مرتب کرنا ہوگا اس کے لیے بالکل تیار رہنا چاہیے، اس لیے کہ آپ فتوی نویسی سیکھ کرنہیں آئے، اگر آپ چاہیں کہ فوراً میرا جواب درست ہوجائے، پھر دوسرا استفتاء لیکر جاؤں وہ بھی فوراً صحیح ہوجائے، اسی طرح روزانہ ہوتا رہے تو ایسا نہیں ہوسکتا، بلکہ ایسا تو کبھی باقاعدہ تربیت یافتہ مفتی کے لیے بھی نہیں ہوتا، اس کا جواب بھی بعض مرتبہ تصدیق والے استاد کے پاس قابلِ اصلاح ہوجاتا ہے، تو جب جو حضرات تخصص کرچکے اور مفتی کا کورس مکمل کرچکے ان کی بھی اصلاح ہوتی ہے تو تخصص وتمرین میں داخل ہونے والے مبتدی طلباء کی تو بہت زیادہ اصلاح ہوگی، شاذ ونادر کوئی طالبعلم ایسا ہوتا ہے کہ جسکے جواب کی اصلاح کی نوبت نہ آتی ہو ورنہ ننانوے فیصد طلبہ کی آخر دم تک اصلاح ہوتی ہے اور یہ لائن ہی کچھ ایسی ہے کہ دو تین سال تو کیا ہیں، دس سال تک یہی حال ہوتا ہے، چنانچہ رفقاء دار الافتاء کا یہی حال ہے کہ ان کے فتاوٰی میں انکے اساتذہ اصلاح کرتے رہتے ہیں اور انہیں مشورہ دیتے ہیں اور اہم اُمور کی طرف توجہ دلاتے ہیں، پھر وہ دوبارہ ٹھیک کر کے تصدیق کرواتے ہیں، تو بھئی! یہ تمرین ہے اور ایک دو سال کی تمرین ناکافی ہے۔

اسی بناء پر ہم اس پر کوئی سند نہیں دیتے اس لیے کہ سند تو جب دیں جبکہ ہمارے نزدیک وہ فتوی لکھنے کے قابل اور لائق ہو، تین سال میں اس فن سے تھوڑی

سی مناسبت ہوتی ہے اور ہم کسی طالبعلم کے بارے میں اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اس کو مناسبت ہوگئی ہے، اب اگر یہ اس کام میں لگا رہا اور محنت کی تو آگے چل کر اِن شاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہوجائیگا۔

اس لیے اچھی طرح ذہن بنا کر آئیں کہ ہم اپنی اصلاح کے لیے آئے ہیں، ہمارا ہر جواب قابلِ اصلاح ہوگا پھر آپکو کوفت نہیں ہوگی اور غصہ نہیں آئے گا، اور جو اُستاد کی اصلاح برداشت نہ کرسکے، وہ مسکین پڑھنے کے قابل نہیں ہے، کیونکہ یہاں اصلاح وترمیم بہت ضروری ہے، اگر دس مرتبہ جواب واپس ہوتا ہے تو خندہ پیشانی سے اسکو قبول کریں، اور جو اصلاح ہوئی ہے اسکو صحیح کرکے اپنے جواب میں لانے کی کوشش کریں تو آپکا جواب بھی اِن شاء اللہ تعالیٰ درست ہوگا۔

اصلاح پر غصہ اور مایوسی سے بچیں

بعض طلبہ جواب کی اصلاح پر غصہ کرتے ہیں اور بعض طلبہ ہمت ہار جاتے ہیں اور مایوس ہوجاتے ہیں، یہ بھی غلط ہے، کیونکہ اس میں دن رات محنت وکوشش کرنی ہے، تن من دھن قربان کرنا ہے اور جو اس طرح محنت کرتا ہے اور گڑگڑا کر اللہ سے دعا کرتا ہے وہ کبھی ناکام نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ ناکامی کا راستہ نہیں ہے، لہٰذا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، جیسے آپکو مشورہ دیا جارہا ہے ویسے اس پر عمل کریں، محنت کریں اور گڑگڑا کر دعا کریں، اِن شاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہوجائیں گے۔

اس بارے میں ہوتا یہ ہے کہ طلبہ کے فتاوٰی کی جو تعداد مقرر ہے، طلبہ ناسمجھی کی بناء پر جلد از جلد اس تعداد کے پورا کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، یہ غلط تصور ہے، وہ تعداد ہر سہ ماہی کی اس لیے متعین کی گئی ہے تاکہ آپکے اندر افتاء کا ملکہ پیدا

ہو، اور ایک معقول تعداد سہ ماہی میں پوری ہو۔

اگر کوئی تعداد ہی مقرر نہ ہو تو طالبعلم ایک فتوی کی تحقیق میں ہفتوں لگا دے گا، جس کی وجہ سے دوسروں کا اور خود اسکا اور مستفتی کا نقصان ہوگا، اس لیے اس میں تیز رفتاری لانے کے لیے کچھ تعداد مقرر کی گئی ہے، لیکن صرف تعداد پوری کرنے کا یہ مقصد بھی نہیں کہ جیسے تیسے تعداد پوری کر کے اطمینان کا سانس لیں، یہ دونوں باتیں اصل مقصود کے خلاف ہیں، مقصود یہ ہے کہ تعداد بھی پوری ہو اور اس کے ساتھ محنت و کوشش بھی مکمل ہو، تا کہ تمرین کے ذریعہ افتاء میں مہارت حاصل ہو۔

جواب سے پہلے دعا کا معمول بنائیں

نیز استفتاء کا جواب لکھنے سے پہلے دعا کرنے کا معمول بنالیں، میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے معمولات میں سے ہے کہ حضرت سے کوئی سوال کرتا تو آپ سب سے پہلے اللہ تعالی سے دعا کرتے تھے کہ ''اے اللہ مجھے معلوم نہیں یہ کیا پوچھے گا مجھے اس کا جواب عطا فرما دیجیے'' اور اس کے بعد سائل سوال کرتا، حضرت رحمہ اللہ فوراً جواب دیدیتے، اسی طرح احقر نے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کو بارہا دیکھا کہ جب مشورہ کے لیے حاضر ہوا، پہلے حضرت نے دعا کی اس کے بعد مشورہ عنایت فرمادیا۔

یہ تعلق مع اللہ اور رجوع الی اللہ کی بات ہے جو ایسی کامیاب کنجی ہے جس سے ہمیشہ بند تالے کھل جاتے ہیں اور کبھی اس میں ناکامی نہیں ہوتی، لہذا تمرینِ افتاء کے آغاز میں بھی دعا میں مشغول رہیں اور آخر میں بھی کہ یا اللہ یہ مشکل ترین فن ہے، یا اللہ! اس کو آسان اور سہل فرما، اور اس سے پوری مناسبت اور اپنے اساتذہ کرام سے پوری طرح فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

ہدایت نمبر (۱۸)

جواب کے لئے کتابیں اچھی طرح دیکھیں

کتابوں سے مراجعت میں " لَمْ أَجِدْ "کی بجائے پوری طرح "جِدّ" کرنے کے بعد " لَمْ أَجِدْ "کا قول معتبر ہوگا۔

تشریح

اس ہدایت میں طلبہ کی ایک اہم کوتاہی کی طرف اشارہ ہے کہ بعض طلبہ تمرین کے اندر محنت کرنے کے عادی نہیں ہوتے، بس ایک دو کتابیں کو دیکھ کر اگر مسئلہ اس میں نہ ملا تو اُستاد سے کہہ دیتے ہیں مسئلہ نہیں ملا، اسکے بعد وہ یہ چاہتے ہیں کہ قواعد سے جواب لکھ دیں، تا کہ سوال کا جواب جلد مکمل ہو اور اگلا سوال لیں، اور پھر اس میں بھی یہی کریں، اس سے بڑھ کر بعض طلبہ یہ کہتے ہیں کہ اُستاد صاحب یہ کتاب میں ہے ہی نہیں، گویا وہ حافظ الکتاب ہیں، یہ بہت بڑی غلطی ہے، گویا انہوں نے فتاوٰی کی ساری کتابیں دیکھ لی ہیں، اب قواعد سے جواب لکھنا پڑے گا، یہ غلطی نہ کرنی چاہیے، کیونکہ آپ "عقود رسم المفتی" پڑھ چکے ہیں، جس میں علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس کی وجہ بیان کردی ہے کہ مسئلہ کتاب میں ہوتا ہے لیکن جہاں ہم سوچتے ہیں وہاں نہیں ہوتا، جہاں نہیں سوچتے وہاں ہوتا ہے، اس لیے کوئی سوال ایسا نہیں جس کا جواب اور حل حضراتِ فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے لکھا نہ ہو، ہاں البتہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں ملا نہیں، اور یہ اس وقت معتبر ہوگا جبکہ بھرپور کوشش کرلیں، اور کوشش کا مطلب ہے کہ جتنے عربی، اردو فتاوٰی ہیں، بزرگوں کے رسائل

ہیں سب دیکھیں اور تبویب میں دیکھیں، حاضر دماغی اور پوری توجہ کے ساتھ اچھی طرح دیکھنے کے بعد بھی نہ ملے تو کہہ سکتے ہیں کہ مجھے نہیں ملا، کیونکہ "جِدّ" یعنی کوشش کرنا ضروری ہے، اور "مَنْ جَدَّ وَجَدَ" کہ جو کوشش کرتا ہے پاتا ہے، کہیں نہ کہیں اسکی نظیر، مثال، جزئیہ اور قاعدہ مل جائے گا جو اسکے لیے دلیل بن جائے گا۔

اور جتنے مسائل ہیں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماعِ امت اور قیاس اس کا مأخذ ہیں، اب کہیں ان ادلۂ اربعہ میں سے کوئی دلیل مل جائے گی، اور اگر نہ ملی تو ان کے نیچے دیگر دلائل و وجوہات ہیں جو حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے بیان کی ہیں وہ مل جائیں گی، اور جو شخص محنت کرتا ہے اس کو ضرور ملتا ہے، بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ یہ کہنا پڑے کہ مجھے نہیں ملا، لہذا جب پوری کوشش کرلیں تو اسکے بعد کہیں نہیں ملا تو بات درست ہے۔

ہدایت نمبر (۱۹)

جواب کے لئے جزئیات تلاش کریں

اصولوں سے جواب کی بجائے جزئیات کو تلاش کرنے کے کوشش کریں، اس کے لیے فقہی کتب سے واقفیت اور مراجعت نہایت ضروری ہے۔

تشریح

اس ہدایت میں بھی طلبہ کی ایک کوتاہی کی طرف اشارہ ہے عام طور پر کسی چیز کی حلت وحرمت، جائز وناجائز اور نیکی وبدی ہونا آدمی کو فوراً معلوم ہوجاتا ہے، کہیں

کچھ صورتحال پیچیدہ ہو تو فیصلہ کرنے میں دشواری ہوتی ہے اور یہ عام طور سے اصول وقواعد سے اور جو فقہ، اصولِ فقہ، تفسیر اور حدیث ہم نے پڑھی ہے ان سے پتہ چل جاتا ہے، جب کوئی سوال سامنے آتا ہے تو ان کی روشنی میں اس کے جائز یا ناجائز ہونے کا حکم لگادیتے ہیں، تو بعض طلباء اسی اجمالی علم کی بنیاد پر جواب لکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اس طرح جواب لکھنا کچھ مشکل نہیں، اس لیے کہ اس میں نہ کتاب کی عبارت تلاش کرنے کی ضرورت ہے نہ کسی محنت وکوشش کی ضرورت ہے، یہ تو آسان طریقہ ہے فوراً بتادو کہ یہ جائز ہے یہ ناجائز ہے، مگر افتاء کا قاعدہ یہ ہے کہ اصول وقواعد سے حتی الامکان جواب نہ لکھا جائے، اس کے لیے اس کو کتابوں میں ڈھونڈنا اور تلاش کرنا ضروری ہے، اور ہر کتاب میں سب سے پہلے اس کا صریح جزئیہ تلاش کرنے کی کوشش کرنی ہے، اگر صریح نہ ملے تو اس سے ملتی جلتی یا اس کی نظیر سے کام چلائیں، وہ بھی نہ ملے تو پھر قواعد وضوابط سے جواب لکھا جائے گا، لیکن پوری کوشش کے بعد اصول وقواعد سے جواب دینے کی باری آتی ہے، لہٰذا ابتداءً ہی اس پر عمل کرنا صحیح نہیں۔

جب تلاش وجستجو کرنی ہے تو کتابوں سے مناسبت ضروری ہے، اور مناسبت تب ہی ہوگی جب بار بار مراجعتِ کتب ہوگی، جس سے شناسائی حاصل ہوگی، تعارف ہوگا، انکا مزاج و مذاق معلوم ہوگا، اسی طرح مسائل کا درجہ اور انکے اجمال وتفصیل کی وضاحت ہوگی، اور اس کے ساتھ ساتھ کتاب سے مسئلہ کو ڈھونڈنا او رتلاش کرنے کا طریقہ معلوم ہوگا، اور جتنے آپ مسائل کتابوں سے ڈھونڈنے میں ماہر ہونگے، آپکے فتوی نویسی کے کام میں کامیابی ہوگی، کیونکہ مفتی کا کام ہی یہ ہے

کہ سوال پڑھتے ہی اسکو پتہ چل جائے کہ اس مسئلہ کا جزئیہ کس جگہ ملے گا، اگر خدا نخواستہ صرف اصول وقواعد سے جواب دینے کا طریقہ اختیار کرلیا تو آپکو کتابیں دیکھنے کی مشق نہ ہوگی اور آپکو کتاب دیکھ کر مسئلہ نکالنا انتہائی مشکل معلوم ہوگا، وجہ یہ ہے کہ کتاب سے مسئلہ نکالنے کی عادت نہیں ہے، اسکا حل یہی ہے کہ آپ جواب اصول وقواعد سے نہ لکھیں۔

فقہ کی عام وخاص کتب سے آگاہی

ہمیشہ اسکا حوالہ تلاش کرنے کی کوشش کریں تاکہ مسئلہ کا حل نکالنا آپ کے لیے آسان ہو، اوراس کے لیے ضروری ہے کہ کتب کا حوالہ آپکے پاس ہو، اور یہ پتہ ہو کہ کونسی کتابیں فقہ کی ہیں، اوران میں سے کس موضوع پر خاص خاص مقالے ہیں، بعض کتابیں خاص موضوع سے متعلق ہیں، مثلاً کبیری، طحطاوی علی المراقی نماز وغیرہ کے مسائل کے لیے، اور "غنیۃ الناسک" اور "ارشاد الساری" حج کے مسائل کے لیے مستند اور مفصل کتابیں ہیں اور اپنی مثال آپ ہیں۔

کتابیں دیکھنے کی عادت ڈالیں

لہٰذا اگر تمرین کرنی ہے تو رات دن محنت کر کے کتابوں کو دیکھنے کی عادت ڈالیں، اور یہ بات میں پھر عرض کررہا ہوں کہ آپ کا یہ درجہ تخصص عام درجات کی طرح نہیں ہے، بلکہ آپ کا سارا وقت تمرین کے لیے مقرر ہے، صرف حوائجِ ضروریہ وشرعیہ کو پورا کرنے کی اجازت ہے، اور جو اس طرح اس کام میں لگے گا وہ إن شاء الله تعالیٰ فتوی نویسی میں کامیاب ہوگا، اس کو اس کام سے مناسبت ہوگی، اور معلوم ہوگا کہ آپ میں تمرین کا ذوق ہے، اور آپ إن شاء الله تعالیٰ اس میں کامیاب ہوں گے۔

ہدایت نمبر (۲۰)

استفتاء ایک دوسرے سے بدلنے کی ممانعت

استاد کی بلا اجازت استفتاء آپس میں ایک دوسرے سے تبدیل کرنا مناسب نہیں خاص طور پر دستی فتاوی حل کرتے ہی متعلقہ استاد کے حوالہ کردیں۔

تشریح

یہ ہدایت بھی بڑی اہم ہے، استفتاء نہ بدلنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ استفتاء آپ کے نام پر رجسٹر میں درج ہے، لہٰذا اس کو حل کرنا آپ ہی کی ذمہ داری ہے، بعض طلبہ جان چھڑانے کے لیے اور بعض مرتبہ عذر کی بنا پر وہ خود حل کرنے سے قاصر ہوتے ہیں تو دوسرے کو دیدیتے ہیں کہ تم حل کردینا میرے سے حل نہیں ہورہا، یا مجھے کہیں جانا ہے تم رکھ لو، اس کا جواب لکھ کر جمع کرادینا، ایسا کرنے سے بڑی بد نظمی پیدا ہوتی ہے، آپ کو استاد نے جو فتوی دیا ہے آپ پر اس کے حل کی ذمہ داری ڈالی ہے، اگر آپ کو کوئی معتبر عذر ہے تو انہی استاد کے پاس جائیں جن سے لیا ہے اور ان سے درخواست کریں کہ مجھ سے یہ استفتاء حل نہیں ہورہا ہے آپ مجھ سے یہ لے لیں، اور مہربانی فرما کر مجھے دوسرا دیدیں، واپسی کی صورت میں واپسی کے دستخط کے بعد نئے استفتاء کی وصولی کے دستخط کریں۔

استفتاء کی تبدیلی تاخیر کا باعث ہے

ایک دوسرے کو دینے سے غیر معمولی تاخیر بھی ہوگی، کیونکہ آپ نے جتنی

محنت کی ہے دوسرا نئے سرے سے اس پر محنت کریگا تو اس میں تاخیر ہوگی اور مستفتی پریشان ہوگا، خاص طور سے دستی فتاوی اگرچہ تخصص کے طلبہ کو دیئے نہیں جاتے لیکن اگر کوئی فتوی دیدیا جائے تو اس میں اور زیادہ مستفتی اور عملہ کو پریشانی ہوگی کہ آپ غائب ہیں اور کس کو دیکر گئے ہیں اس کا بھی علم نہیں، اور مستفتی موجود ہے، جبکہ وہ رجسٹر میں اندراج آپ کے نام پر ہے، لہٰذا وہاں جس کا نام ہوگا اس کا وہی ذمہ دار ہوگا، اندازہ کریں کہ ذرا سی کوتاہی سے کتنا بڑا نقصان ہوا، ان باتوں کو سمجھنا چاہئے اسی کا نام فقہ ہے، اور ان باتوں کو سمجھ کر عمل کرنے کا نام دین ہے اور فقہ ہے، اس لیے فتوی آپس میں تبدیل نہیں کرنا چاہیے۔

ہدایت نمبر (۲۱)

بوقتِ رخصت استفتاء جمع کرا کر جائیں

اگر کسی طالبعلم کو رخصت پر جانا ہو تو استفتاء اپنے پاس رکھ کر ہرگز نہ جائے، متعلقہ اُستاد کے پاس جمع کرا کے جائے، سہ ماہی، ششماہی اور سالانہ امتحانات کی وجہ سے بھی استفتاء اپنے پاس نہ رکھے، امتحان سے پہلے اگر جواب مکمل کرلے تو خیر ورنہ واپس جمع کرادے کہ مستفتی اور متعلقہ اُستاد صاحب کو تلاش کرنے میں پریشانی نہ ہو۔

تشریح

یہ ہدایت بھی بہت زیادہ قابلِ توجہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے آپکو چند روز کے

لیے گھر جانا ہے اور استفتاء بغیر لکھا ہوا آپکے پاس موجود ہے یا اسی طرح سہ ماہی، ششماہی یا سالانہ امتحان آگیا ہے، اس میں بھی تقریباً ایک ہفتہ لگ جاتا ہے، یا سالانہ چھٹیاں آگئیں، اسی طرح عید، بقرعید کی چھٹیاں ہوگئیں تو ایسی صورت میں اگر آپکے پاس استفتاء موجود ہو تو جواب لکھ کر اصلاح اور تصدیق کروا کر جمع کرا دیں، اور مزید نہ لیں، تاکہ آپ بھی یکسوئی کے ساتھ اپنے گھر جاسکیں اور دارالافتاء کا عملہ بھی پریشان نہ ہو اور مستفتی بھی منتظر نہ ہو، اور اگر آپ نے جواب مکمل نہیں کیا اور تحقیق طلب ہونے کی بناء پر جواب مکمل بھی نہیں کرسکتے یا آپ کو مکمل کرنے کا یا اساتذہ کو دکھانے کا موقع نہیں مل رہا ہے، مثلاً وہ امتحانات میں مشغول ہوگئے یا سفر پر چلے گئے ہیں، تو ایسی صورت میں آپ ہرگز استفتاء اپنے پاس نہ رکھیں، وجہ یہ ہے کہ مستفتی انتظار میں ہے کب میرا جواب آئے اور میں اس پر عمل کروں؟ ہماری چھٹیوں اور رخصتوں سے اسے کوئی واسطہ نہیں، لہٰذا اگر ہم نے اس کو اپنے پاس رکھ لیا اور سوچ لیا کہ امتحان کے بعد آکر پورا کرونگا یا امتحان کے بعد جواب دونگا، یہ بالکل جائز نہیں ہے، ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں اور ایسا کرنا سنگین جرم ہے۔

استفتاء رکھ کر جانا موجبِ اذیت ہے

اس لئے کہ سب سے پہلے اس میں مستفتی کو ایذاء پہنچاتا ہے، اس نے یہ سوال بھیجا ہے تاکہ ہم اس کا جواب مکمل کرکے اسے بھیجیں تاکہ وہ اس پر عمل کرے، اس کو ہم نے ستایا، تکلیف دی، پریشان کیا اور عملہ کو بھی پریشان کیا، آپ چلے جائیں گے اور ان کو استفتاء نہیں ملے گا تو اساتذہ بھی پریشان ہونگے، اور کسی کو ستانا اور ناحق تکلیف دینا جائز نہیں۔ ہمارے رات دن پڑھنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ ہم آدمی بنیں،

انسان بنیں، با اخلاق بنیں، حسنِ اخلاق کو اپنا وتیرہ بنائیں، جب ہم نے اس مقصد کو سمجھا ہی نہیں تو ہم اس لائق نہیں کہ یہ فن پڑھیں، یہ وہ فن ہے کہ جس کی تعریف امامِ اعظم رحمہ اللہ نے فرمائی ہے۔

"مَعْرِفَةُ النَّفْسِ مَا لَهَا وَ مَا عَلَيْهَا"

فقہ اس بات کا نام ہے کہ آدمی یہ پہچانے کہ میرے حق میں کیا مفید ہے اور کیا مضر ہے؟ مفید کو اپنائیں، مضر سے پرہیز کریں، تمرینِ افتاء اسی کی تمرین کا نام ہے، دن رات اس کو کتابوں میں دیکھنا اور پڑھنا اور سیکھنا ہے، اس کے علاوہ آپ کو کچھ ملے گا بھی نہیں، صرف حلال، حرام، جائز، ناجائز، نیکی وبدی ہی ملے گی، صحیح کو کرنا ہے، جائز کو اپنانا ہے، حرام سے بچنا ہے، ناجائز سے بچنا ہے، جب ہم نے اس بات کو نہیں سمجھا تو پھر ہم نے کیا سمجھا کچھ بھی نہیں سمجھا اور یہ سنگین کوتاہی ہوگی، لہٰذا اس ہدایت کو بہت توجہ سے پڑھیں اور اس پر پابندی سے عمل کریں۔

ہدایت نمبر (۲۲)

اکابر کے مقالات ورسائل کا مطالعہ

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے عربی اور اردو رسائل جو الگ الگ اور مجموعہ کی صورت میں موجود ہیں ان کا مطالعہ کریں، خاص طور پر بوادر النوادر، جواہر الفقہ، آلاتِ جدیدہ، فقہی مقالات اور اقتصادیات پر رسائل کی طرف مراجعت نہایت ضروری ہے۔

تشریح

تمرینِ افتاء سے متعلق یہ ہدایت بڑی اہم ہے، جس میں ایک اضافہ اور بھی ہے جو غالباً میں نے شروع میں بیان کیا تھا کہ تمرین کے لئے امہاتِ فتاویٰ کا مطالعہ ضروری ہے، چاہے وہ کورس میں نہ ہوں، اس لئے کہ ان کے مطالعہ سے آپ کے اندر افتاء کا ذوق پیدا ہوگا، کیونکہ ہمارے زمانہ کے لحاظ سے یہ سب حضرات مفتیٔ اعظم ہیں، ان کی زندگیاں اسی فن کی خدمت میں گذری ہیں، اور ان کے یہ فتاویٰ ان کی محنت اور کوشش کا شاہکار ہیں، اور اسی سے ان کے مزاج و مذاق اور ان کی تحقیقات کا اندازہ ہوگا۔

جس طرح ان چار امہاتِ فتاویٰ کا مطالعہ ضروری ہے، اسی طرح حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بہت سے فقہی رسائل ہیں، علمی اور فقہی تحقیقات ہیں جن میں سے بعض ''امداد الفتاویٰ'' میں اور اکثر ''بوادر النوادر'' میں موجود ہیں، ان کا مطالعہ بھی بہت ہی نافع اور ضروری ہے۔

اسی طرح مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے جواہر الفقہ (جو کہ اب نصاب کا حصہ ہے)، آلاتِ جدیدہ، مسئلۂ سود اور اسلام کا نظامِ تقسیمِ دولت وغیرہ کا مطالعہ بہت مفید ہے، اور یہ بات ذہن میں رہے کہ مطالعہ سرسری نہ ہو، ورنہ پتہ ہی نہیں چلے گا کہ اس میں کیا ہے، ان کتابوں کو سمجھ کر مطالعہ کرنا ہے، جب ہی یہ چیزیں ذہن میں نقش ہوں گی، اور پھر آپ کو اندازہ ہوگا کہ کون کون سے مسائل پر ہمارے اکابر کے مقالے ہیں، اور کس کس موضوع پر انہوں نے تحقیق فرمائی ہوئی ہے، وہ تمام تحقیقات آپ کے لئے افتاء کی لائن میں

انتہائی کارآمد اور مفید ہونگی، بیشتر مسائل اسی سے آپ کے حل ہوں گے، اور اگر واقف نہ ہوں گے تو فائدہ کیا اُٹھائیں گے؟

اسی طرح حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مد ظلہم نے معاشیات کے اندر جو تجدید فرمائی ہے، وہ بے مثال ہے، اللہ پاک نے اُن کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا ہے، اور ان سے اللہ پاک دورِ حاضر کی معاشیات کی تجدید کا کام لے رہے ہیں، اس وقت سود نے معیشت کے اندر ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت اختیار کر رکھی ہے اس کی جگہ اسلام کے نظامِ معیشت کو رائج کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ ان کو دے رہے ہیں، اس لئے معاشیات کے جدید مسائل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خاص ملکہ اور عبور عطا فرمایا ہے، حضرت کی اس بارے میں معلومات عربی، اردو، اور انگریزی تحریرات میں موجود ہیں، جو نہایت کافی وشافی ہیں، لہٰذا مفتی بننے والے کے لئے ضروری ہے کہ ان سے پوری طرح واقف ہو۔

اکابر سے تعلق کمزور ہونا

ہمارے اندر ایک مرض ہے کہ ہمارا اپنے اکابر سے ظاہری تعلق جس طرح کمزور ہے اسی طرح ان کی علمی ودینی خدمات سے بھی اکثر طلبہ بے خبر رہتے ہیں، اور یہ محرومی ایسی ہے جیسے چراغ تلے اندھیرا۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے دل میں اگر طلب ہوگی اور ان سے تعلق قائم کریں گے تو ضرور ان کی توجہات ہمیں حاصل ہوں گی، اور اگر ہم دور رہیں گے اور یہ سوچیں گے کہ حضرت تو بہت مصروف اور مشغول ہیں، ہم ان سے کیا ملیں تو پھر نہیں مل سکتے، اور ابھی تو دور سے دیکھ رہے ہیں بعد میں یہ تعلق بھی ختم ہوجائے

گا، اب نہ ان سے رابطہ اور نہ ان کی کتابوں سے کوئی تعلق، تو پھر کچھ نہیں ملے گا، اور یہاں سے جانے کے بعد سب کچھ نسیاً منسیاً ہو جائے گا، حالانکہ جانے کے بعد بھی آپ کا رابطہ ہو سکتا ہے، جب ساری دنیا ان سے رابطہ رکھتی ہے اور جن میں طلب ہے وہ ان کو یہاں سے اپنے پاس بلا لیتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم یہاں پر رہتے ہوئے بھی ان کے پاس نہیں جا سکتے، یہ صرف طلب نہ ہونے کی بناء پر ہے۔

لہٰذا ضروری ہے کہ ہم ان کی علمی کاوشوں سے مستفید ہوں اور ان سے فائدہ اُٹھائیں، اور ان کی کتابوں اور رسائل سے پوری طرح استفادہ کریں، لہٰذا حضرت کے جتنے فقہی مقالات اور اقتصادیات پر جتنے رسائل ہیں سب کا مطالعہ کریں، چاہے مسئلہ کی تحقیق کی نوبت آئے یا نہ آئے، دن رات ان کتابوں کے مطالعہ میں لگے رہیں۔

سچ عرض کرتا ہوں کہ اگر یہ کام ہم تمرین سے پہلے یا تمرین کے دوران کرلیں اور رسائل کا بھی سمجھ کر مطالعہ کرلیں تو ہمارے لئے تمرینِ افتاء پھول کی طرح آسان ہوگی۔

اردو کی کتب کو معمولی سمجھنا نا سمجھی ہے

ان کتابوں کو اردو کی کتابیں سمجھ کر چھوڑ دینا صحیح نہیں کہ ہم تو عربی پڑھیں گے، چاہے عربی نہ سمجھتے ہوں، کتنی بیوقوفی کی بات ہے کہ عربی سمجھ میں نہیں آرہی اور عربی پڑھ رہے ہیں، قاعدہ ہے کہ آسان کام کرتے کرتے مشکل کام میں آسانی ہوتی ہے، یہ فطری طریقہ ہے، یہ نہیں کہ ایک دم مشکل کام لیکر بیٹھ جاؤ، اس طرح نہ آسان حل ہوگا اور نہ مشکل آسان ہوگی۔

ہدایت نمبر (۲۳)

اساتذہ کرام کا ادب ضروری ہے

تمام اساتذہ کرام کا ادب علم کے حصول اور ترقی کا زینہ ہے، دارالافتاء میں اس کا خاص لحاظ رکھیں، اور اساتذہِ کرام کی مسند پر بیٹھنے سے گریز کریں۔

تشریح

یہ ہدایت بڑی عام اور واضح ہے، اس کو بتانے اور سمجھانے کی اصلاً ضرورت نہیں، مگر بتانا پڑتا ہے، اساتذہِ کرام کا ادب طالب علم درجہِ حفظ میں سیکھتا ہے، جبکہ یہ اپنے گھر اور اپنی ماں کی گود میں اس کو سیکھنا چاہئے، اور سب سے بڑا ادب آدمی کیلئے اس کے استاد کا ہوتا ہے، شیخ سے بھی زیادہ استاد کا ادب ہے، حالانکہ شیخ کا ادب سب سے زیادہ کیا جاتا ہے، لیکن درجہ کے اعتبار سے استاد شیخ سے بھی بڑھکر ہے۔

استاد کے ۴۰ ر ادب

استاد کے آداب جاننے کے لئے ''فروع الایمان'' نامی رسالہ کا مطالعہ ضروری ہے، جو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ایک رسالہ ہے، اس میں استاد کے ۴۰ آداب لکھے ہیں، اور وہی ماٴخذ ہیں شیخ کے آداب کے، ان کو پڑھنے سے علم ہوگا کہ استاد کا کیا مقام ہے؟ ہمارے علم سے محرومی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر اپنے اساتذہ کا ادب نہیں ہے، اسلئے رسمی طور سے کامیاب ہوکر ہم یہاں تک پہنچ گئے، لیکن اس علم کے جو انوار و برکات اور فیوض وفوائد ہمارے اندر ہونے چاہئیں وہ

اس وجہ سے نہیں ہیں کہ ہمارے اندر اپنے اساتذہ کا صحیح ادب نہیں ہے، اور میں بار ہا یہ عرض کرتا رہتا ہوں کہ اس علم کے ساتھ جب عمل ہوتا ہے تو یہ نافع ہو جاتا ہے اور مفید سے مفید تر بنتا ہے، دنیا وآخرت کی فلاح کا ذریعہ بنتا ہے، اور اگر اس کے ساتھ عمل نہ ہو تو پھر یہ علم بعض مرتبہ وبال بنتا ہے، اور اس علم کی پھٹکار برسنا شروع ہو جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالب جوں جوں علم میں آگے بڑھتا ہے اتنا ہی بے عملی یا بدعملی میں ترقی کرتا جاتا ہے، خاص طور سے غرور وتکبر اور بڑائی کا خناس دل ودماغ میں بھرنا شروع ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ دورۂ حدیث سے فارغ ہوتا ہے تو ہمارے حضرت (سیدی یا سندی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب) رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ”اس کے سر پر بیل کی طرح دو سینگ نکل آتے ہیں، اور وہ تکبر کا مٹکا بن جاتا ہے، اور ”ہم چوں دیگرے نیست“ کا مصداق بن جاتا ہے“ اس کی بناء پر بعض اوقات تخصص کے بعض طلبہ اپنے اساتذہ کی پیٹھ پیچھے خوب غیبتیں کرتے ہیں، اور استاد کی کمزوریاں بیان کرتے ہیں، کیونکہ اساتذہ کی عزت اور ان کا احترام دل میں نہیں ہے۔

استاد کی نقل اتارنا

ایک گستاخی یہ بھی ہوتی ہے کہ استاد کے جانے کے بعد اس کی جگہ پر بعض طلباء مفتی بن کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس کی نقل اُتارنے لگتے ہیں، اور بغیر پوچھے اس کی چیزیں استعمال کرتے ہیں، یہ ساری باتیں بے ادبی کی ہیں جو طالبعلم کے واسطے سوائے تباہی کے سامان کے اور کچھ نہیں، لیکن آج کل اس کی ذرا بھی پروا نہیں کی جاتی، اس لئے میں ہمیشہ اپنے درجہ کے طلباء سے کہتا ہوں کہ اپنے اعمال واخلاق کی اصلاح کی طرف توجہ دیں، کسی اللہ والے سے استفادہ کریں تاکہ یہ علم عمل میں آئے

اور جب یہ عمل میں آئے گا تو مفید ہوتا چلا جائے گا اور تفقہ سے اس کا جتنا حصہ ہے اس کو ملتا چلا جائے گا۔ إن شاء اللّٰہ تعالیٰ

علم اور عمل سگے بھائی ہیں

ہمارے حضرت (سیدی وسندی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب) قدس سرہ طلبہ سے فرماتے تھے کہ علم اور عمل دونوں جڑواں بھائی ہیں، جو ساتھ ساتھ رہتے ہیں، لہٰذا جب کہیں علم جاتا ہے تو وہ عمل کو آواز دیتا ہے، اگر وہاں عمل ہوتا ہے تو علم بھی ٹھہر جاتا ہے، لیکن اگر وہاں اس کو عمل نظر نہیں آتا تو علم بھی وہاں سے چلا جاتا ہے، یعنی اس کی روح جاتی رہتی ہے، صرف حروف ونقوش رہ جاتے ہیں، اور علم حروف ونقوش کا نام نہیں ہے، علم تو خشیت کا نام ہے جو عمل سے پیدا ہوتی ہے، جس پر درج ذیل تصریحات ہیں:

(۱)... لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ الرِّوَايَاتِ إِنَّمَا الْعِلْمُ الْخَشْيَةُ.

(۲)... إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا.

(۳)... مَعْرِفَةُ النَّفْسِ مَا لَهَا وَمَا عَلَيْهَا.

(۴)... فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ.

علم نافع مطلوب ہے

یہ سب عمل کی باتیں ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ علمِ نافع وہ ہے جس کے ساتھ عمل ہو، کیونکہ حروف ونقوش تو کتابوں میں بھی لکھے ہوئے ہیں تو یہ ہم سے بڑی علامہ ہیں، دیکھیں! یورپ کے بعض مستشرقین جو ہم سے زیادہ ان علوم کے ماہر ہیں اور وہ بڑے مقالے اور تحقیقات کر رہے ہیں، لیکن کافر ہیں، اور اس علم کے باوجود وہ عالم،

فاضل، زاہد اور عابد نہیں ہیں، اس لئے علم نافع حاصل کرنے کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

استاد شاگرد میں گہرا تعلق

یہ تمرینِ افتاء ایسی چیز ہے، جس میں استاد اور طالبعلم کا گہرا تعلق ضروری ہے، جو صرف درسگاہ تک نہیں ہونا چاہئے، بلکہ درسگاہ کے باہر بھی ملنا جلنا چاہئے، جب آپ رابطہ کریں گے تو رابطہ ہو جائے گا، سارا دارومدار آپ پر ہے، آپ میں جتنی طلب ہوگی اس قدر آپ کا رابطہ ہو جائے گا، پھر وہ استادوں کا ذوق آپ کے اندر منتقل ہوگا، محض درسگاہ تک رہنے سے ذوق منتقل نہیں ہوتا، درسگاہ تک تعلق رکھنا ایک رسمی تعلق ہے حقیقی تعلق نہیں ہے، اور اس کی ہمارے طلبہ میں بہت کمی ہے، بہت کم طلباء کا استاد سے گہرا ربط اور سبق کے علاوہ تعلق ہوتا ہے، جس کی وجہ سے یہاں سے ہر سال کافی طلبہ فارغ ہوتے ہیں مگر افتاء کی اہلیت سب میں نہیں ہوتی، اس لئے کہ انہوں نے کورس پورا کر لیا مگر استادوں سے استفادہ زیادہ نہیں کیا، اور وہ موقوف تھا قلبی تعلق پر، لہٰذا نہ ذوق آیا اور نہ مزاج و مذاق بنا، اس لئے اساتذہ کا ادب اور ان سے قلبی تعلق اس راستہ میں کامیابی کا زینہ ہے۔

ہدایت نمبر (۲۴)

آداب مفتی و مستفتی کا مطالعہ

اصولِ افتاء میں آداب المفتی اور آداب المستفتی کا غور سے مطالعہ کریں۔

تشریح

ان اصول وآداب کا یاد رکھنا بہت ضروری ہے، کیونکہ اب ان پر عمل کا وقت آرہا ہے، اصولِ افتاء اسی لئے پڑھائے گئے تھے کہ جب آپ فتوی لکھنے لگیں تو ان اصول وقواعد کو پیشِ نظر رکھیں، ان اصول وقواعد میں مفتی اور مستفتی کے آداب کو جاننا اور پیشِ نظر رکھنا بھی ضروری ہے، لہٰذا جب آپ تمرین شروع کریں تو آپ کو یہ آداب معلوم ہونے چاہئیں اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

ہدایت نمبر (۲۵)

تین سوالوں کا جواب دینا

ایک سوالنامہ کے صرف تین سوالوں کے جواب پر اکتفاء کریں،
ہاں ضرورتِ شدیدہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

تشریح

استفتاء کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ مستفتی ایک کاغذ میں صرف تین سوال لکھے، اس سے زیادہ نہ پوچھے، اور مفتی کے لئے بھی ادب یہ ہے کہ وہ تین سوالوں کا جواب دے، اس سے زیادہ کا وہ مکلّف نہیں، اگر سہولت اور آسانی ہو تو تین سے زیادہ کا جواب دینے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں، لیکن جب استفتاء بہت زیادہ ہوں اور ہر شخص کے تمام سوالات کے جواب دینے میں دوسروں کے سوالات کے جوابات مؤخر ہونے کا قوی اندیشہ ہو، جیسے ہمارے ہاں اکثر یہی صورتحال رہتی

ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دار العلوم کے دار الافتاء پر امتِ مسلمہ کا اعتماد اور بھروسہ ہے، اسی لئے اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سے بہت استفتاء آتے ہیں، اور اسی بناء پر یہاں تخصص کے طلبہ کی تمرین ڈاک کے سوالوں میں کرائی جاتی ہے، یہ صورت بہت کم کسی دار الافتاء کو میسر ہوتی ہے، بعض دوسرے دار الافتاء میں زیادہ تر فرضی سوالات دے کر تمرین کرائی جاتی ہے۔

تین سے زیادہ سوالات لکھنے کا طریقہ

بسا اوقات ایک استفتاء میں دس سوال ہوتے ہیں، اب اگر سارے سوالات کے جوابات دیئے جائیں تو دوسرے سوالات کے جوابات میں بہت تاخیر ہو جائے گی، جس میں دوسروں کی حق تلفی ہے، اس بناء پر آپ حضرات کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ آپ استفتاء میں تین سے زیادہ سوالات کے جوابات نہ لکھیں، اور صرف تین سوالوں کے جوابات کی اصلاح کروا کر روانہ کر دیں، اور اس میں ہم ایک ہدایت کا پرچہ بھی لگا دیتے ہیں، جس میں استفتاء اور مستفتی سے متعلق ہدایات درج ہوتی ہیں، انہی میں سے ایک ہدایت یہ بھی ہوتی ہے کہ سوال کرنے والے حضرات ایک مرتبہ میں تین سے زائد سوالات نہ بھیجیں، اگر مزید سوالات ہوں تو اس کے لئے الگ استفتاء اور لفافہ استعمال کریں، اس طرح کرنے سے مستفتی کو بھی ہدایت ہو جاتی ہے اور اصلاح کرنے والے اساتذہ کے لئے بھی آسانی ہوتی ہے، اور جن لوگوں نے استفتاء پہلے بھیجے ہوئے ہیں ان کی حق تلفی بھی نہیں ہوتی۔

تین سے زیادہ سوالوں کا جواب

البتہ اگر استفتاء بہت کم ہوں جیسے بعض اوقات استفتاء کی آمد بہت کم ہوتی

ہے یا مقدار بدستور زیادہ ہوتی ہے مگر لکھنے والے رفقاء بہت زیادہ ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں تین سے زیادہ سوالات پر آپ کے استادِ محترم جواب لکھنے کی اجازت دیدیں تو آپ ان کا جواب لکھ سکتے ہیں، کیونکہ آپ کے پیشِ نظر وہ مصلحتیں نہیں ہیں جو ان کے سامنے ہیں، بعض مرتبہ دارالافتاء کی کوئی اور مصلحت ان کے سامنے ہوتی ہے، جس کی وجہ سے تین سے زیادہ کا جواب دینا مناسب نہیں ہوتا، تو آپ اپنے استادِ محترم سے پوچھ لیں کہ میرے استفتاء میں تین سے زیادہ سوالات ہیں سب کے جوابات لکھوں یا نہیں؟ اور بعض مرتبہ وہ سوالات نفسِ مسئلہ سے متعلق ہوتے ہیں، مستفتی نے اپنے حساب سے ان کو الگ لکھ دیا، حالانکہ اس کی ضرورت نہ تھی تو وہاں مصلحت یہ ہے کہ وہ مستقل سوالات نہیں ہیں، لہٰذا ان کا جواب بھی دیا جائے گا، یہاں تین سوالوں سے مراد وہ سوال ہیں جو الگ الگ مسئلہ سے متعلق ہوں جیسے کوئی مسئلہ طہارت کا ہے کوئی نماز کا، کوئی حج یا زکوۃ وغیرہ کا، لہٰذا وہاں تین ہی سوالوں کے جواب دیں، اس سے زیادہ کے عام حالات میں جواب نہ دیں۔

ہدایت نمبر (۲٦)

جواب بصورتِ خط لکھنا

بعض دفعہ باقاعدہ فتوی کی شکل میں جواب دینا مناسب نہیں ہوتا، ایسی صورت میں اساتذہ کے مشورہ سے خط کے طور پر جواب دے دیا جائے۔

تشریح

کبھی کبھی مستفتی کا سوال ایسا ہوتا ہے کہ اس پر باقاعدہ فتوی دینا مناسب نہیں ہوتا، حالات کا تقاضا ایسا ہوتا ہے کہ اس کا جواب خط کی صورت میں دیا جائے، اور خط فتوی نہیں ہوتا، البتہ اس میں مسئلہ بتایا جا سکتا ہے، گو فتوی اور خط میں حکم یکساں ہو لیکن حیثیت بدل جائے گی، ایسی صورت میں جب آپ اپنے استاد صاحب سے مشورہ لیں گے تو وہ بتائیں گے کہ یہاں جواب فتوی کی صورت میں نہیں، خط کی شکل میں جواب دینا چاہئے۔

ہدایت نمبر (۲۷)

سوال کی تنقیح کرنے کا طریقہ

تنقیح طلب مسائل میں پہلے رف کاغذ میں تنقیح کا مضمون لکھیں، اور تصحیح کرانے کے بعد اصل کاغذ پر تنقیح کا عنوان قائم کر کے نمبروار مضمون لکھیں، اور ساتھ ساتھ یہ ہدایت کی جائے کہ جوابِ تنقیح کے ساتھ تنقیح والا اصل کاغذ بھی واپس بھیجنا ضروری ہے۔

تشریح

جس طرح استفتاء کا سوال رف کاغذ میں تحقیق کے بعد لکھا جاتا ہے اسی طرح اگر سوال قابلِ وضاحت ہو تو اس میں سائل سے سوال کے اندر جو بات دریافت کرنی ہے اور جس بات کی وضاحت کروانی ہے اس کو بھی باقاعدہ رف کاغذ

پر لکھیں، اور اپنے استاد صاحب سے اسکی اصلاح کرائیں، اس لئے کہ تنقیح کا بھی طریقہ سیکھنا پڑتا ہے، سوال واضح کرانے کا ڈھنگ خود بخود نہیں آتا، یہ بھی تمرین کا حصہ ہے کہ مستفتی کا سوال اگر مبہم اور مجمل ہے اور اسکی بات سمجھ میں نہیں آرہی ہے تو ہمیں واضح کرانے کی ضرورت ہے، یہ ذمہ داری مفتی اور مستفتی دونوں کی ہے کہ مفتی وضاحت طلب کرے اور مستفتی وضاحت کرے، لیکن ہم کس طرح اس سوال کو واضح کروائیں اس کا مشق سے تعلق ہے، لہٰذا اگر سوال سمجھ میں نہیں آرہا ہے تو اس کا بھی زبانی مشورہ کریں، مشورہ کے بعد اگر تنقیح کی ضرورت ہے تو مختلف سوالات کے ذریعہ تنقیح کروائیں، اور آخر میں اس کو ہدایت لکھ دیں کہ جو سوال ہم نے قائم کئے ہیں ان کے نمبر وار جوابات کے ساتھ اصل سوالات کا پرچہ بھی ساتھ آنا ضروری ہے، بعض اوقات وہ جوابات بھیج دیتا ہے اور سوالات کا پرچہ اپنے پاس رکھ لیتا ہے تو پھر جواب کیسے لکھیں گے؟ لہٰذا جب اس کے سوالات و جوابات دونوں آئیں گے تو اس کی روشنی میں آپ جواب لکھ سکیں گے۔

تنقیح میں جامع سوالات لکھے جائیں

تنقیح کے اندر یہ بہت ضروری ہے کہ آپ کے سوالات ایسی بنیادی حیثیت کے حامل ہوں کہ جب ان کا جواب آئے تو صورتحال واضح ہوجائے، بعض دفعہ طالبعلم سوال ہی نہیں سمجھتا تو اس کی وضاحت کیسے صحیح کرائے گا، اس کا ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ جو طلبہ متعلقہ استاد سے تنقیح کی اصلاح نہیں کرواتے، بعض اوقات وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ واضح ہے، اس میں اُستاد سے سمجھنے کی کیا ضرورت ہے، یہ طالب علم کی غلطی ہے، پھر جب سوال سامنے آتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ طالب علم بات سمجھا ہی

نہیں، منشاءِ سوال واضح تھا، سوال نہ سمجھ کر بلا وجہ تنقیح کی اور تاخیر الگ ہوئی اور حاصل کچھ نہ ہوا، اس لئے تنقیح کی بھی اصلاح ضروری ہے، اور جب استاد رَف کاغذ پر اصلاح فرمادیں تو اس کو اصل پر لکھ کر روانہ کردیں۔

ہدایت نمبر (۲۸)

تنقیح کرنے والا اپنا نام بھی لکھے

تنقیح لکھنے والا تنقیح کے مضمون کے ساتھ اپنا نام ضرور لکھے، تاکہ بعد میں آسانی کے ساتھ جوابِ تنقیح اس متعلقہ فرد کے حوالہ کیا جاسکے۔

تشریح

یہ ہدایت بھی بہت اہم ہے، پہلے بھی کئی مرتبہ ایسا ہو چکا ہے کہ تنقیح کسی نے کی، لیکن اپنا نام نہیں لکھا، اب بعض اوقات کسی کی تحریر پہچان لی جاتی ہے اس کے بعد وہ اس کو دیدی جاتی ہے، لیکن ہر وقت ہر ایک کے ساتھ یہ معاملہ نہیں ہوسکتا، اور عام طور پر جوابِ تنقیح اسی کو دیا جاتا ہے جس نے پہلے تنقیح لکھی تھی، اور اس کو دینا مناسب بھی ہے کہ پہلے سے اس نے سوال سمجھا ہوا ہے، اب اس کے بعد اس نے سوالات قائم کرکے ان کے جوابات مانگے ہیں تو ان جوابات کو سمجھنا اسی کے لئے زیادہ آسان ہے، اگر کسی اور کو یہ سوال دیں گے تو وہ نئے سرے سے اصل سوال پر غور کرے گا پھر وہ تنقیح کے سوالات و جوابات کو سمجھ کر جواب لکھے گا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے کوئی اور سوال کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو تنقیح در تنقیح ہوگی، اس سے بچنے کے لئے بہتر ہے کہ جوابِ تنقیح سوال پر تنقیح لکھنے والے کو دیا جائے، اور یہ

تب ہی آسان ہوگا جب اس نے اپنا نام نیچے لکھا ہوگا ورنہ تلاش کرنا پڑے گا، اور اگر نہ ملا تو پھر دوسروں کو دیں گے، دونوں صورتوں میں وقت کا ضیاع ہے جس سے بچنے کی ضرورت ہے۔

ہدایت نمبر (۲۹)

آدابِ تحریر اور رموزِ اوقات

اگر آپ کی عربی اور اردو کی تحریر خوش خط نہیں ہے تو بلا تاخیر اس کی اصلاح کریں، نیز آدابِ تحریر بھی ضرور سیکھیں۔

تشریح

یہ ہدایت بڑی اہم ہے، کیونکہ کوئی تحریر چاہے کتنے ہی اچھے مضمون پر مشتمل ہو وہ موثر اس وقت ہوتی ہے جب صاف وستھری اور خوشخط لکھی ہوئی ہو، بعض اوقات ہماری تحریر ایسی جناتی ہوتی ہے کہ جس کو پڑھنا اور سمجھنا مشکل ہوتا ہے، جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہم نے تحریر خوشخط لکھنے کی مشق نہیں کی، اسی طرح عام طور پر املاء (لکھنے) کا طریقہ اور اس کے بنیادی قواعد بھی ہمارے علم میں نہیں ہوتے جس کی وجہ سے ہر شخص اپنی مرضی سے تحریر لکھتا ہے، اور اس میں کسی طریقہ اور آداب کا لحاظ نہیں رکھتا، حالانکہ تحریر کے اندر مذکورہ دونوں چیزیں اہم ہیں، اس لئے اس جگہ مختصر طور پر آدابِ تحریر لکھے جاتے ہیں:

(۱)..... جس صفحہ پر تحریر لکھنے کا ارادہ ہو اُس صفحہ کے دائیں اور بائیں دونوں طرف صفحہ کی مناسبت سے تقریباً ایک ایک اِنچ جگہ حاشیہ کے

طور پر چھوڑی جائے۔

(۲)..... اسی طرح صفحہ کے اوپر جو مرکزی لکیر لگی ہوئی ہوتی ہے اس پر بسم اللہ یا مرکزی عنوان لگایا جائے، بعض اوقات اس لکیر سے تحریر شروع کردی جاتی ہے، یہ طریقہ درست نہیں۔

(۳)..... ہر نئی بات نئی سطر سے شروع کی جائے، اور ہر پیرا گراف کی پہلی لائن صفحہ کے دائیں حاشیہ سے ایک اِنچ جگہ چھوڑ کر شروع کیجائے۔

(۴)..... تحریر کے درمیان کوئی اقتباس یا حوالہ لکھنا ہو تو صفحہ کے دونوں طرف کے حاشیہ سے ایک ایک اِنچ فاصلہ چھوڑ کر لکھیں۔

(۵)..... اگر تحریر ایک صفحہ سے زائد ہو تو پہلے صفحہ کے آخر میں یہ لفظ "بقیہ دوسرے صفحہ پر" یا "جاری ہے" لکھیں۔

(۶)..... تحریر لکھنے کے دوران رموزِ اوقاف (عبارت کے آخر کی علامات) کو صحیح طریقہ پر استعمال کریں، عام طور پر رموزِ اوقاف کو قواعدِ املاء کے طریقہ پر استعمال نہیں کیا جاتا، جس سے تحریر قواعد کے مطابق نہیں ہوتی اور تحریر کی خوبصورتی بھی ختم ہو جاتی ہے۔

رموزِ اوقاف میں سے اہم اور زیادہ استعمال ہونے والے رموز یہ ہیں:

سکتہ (،) یہ کسی عبارت کے درمیان ایک جملہ مکمل ہونے پر استعمال کیا جاتا ہے، نہ کہ بات مکمل ہونے پر۔

وقفِ تام (۔) یہ ایک بات یا پیرا گراف مکمل ہونے پر استعمال کیا جاتا ہے۔

سوالیہ نشان (؟) یہ کسی بات کے سوال کرنے پر جملہ کے آخر میں استعمال کیا جاتا ہے۔

واوین (" ") یہ رمز عبارت کے درمیان کسی کتاب یا تحریر کا اقتباس نقل کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

قوسین ( ) یہ عبارت میں طویل جملۂ معترضہ یا وضاحتی جملہ کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں۔

خط (—) عبارت کے درمیان کسی بات کی وضاحت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

نقطے (......) یہ کسی عبارت کے درمیان کچھ عبارت کے حذف کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

(۷)....تحریر لکھنے کے دوران الفاظ کی ساخت اور شکل صحیح طریقہ پر رکھیں۔

(۸)....حروف کے شوشوں اور دندانوں کا خاص خیال رکھیں، انہیں کم یا زیادہ نہ کریں، اس میں اکثر کوتاہی پائی جاتی ہے۔

(۹)....تحریر لکھنے کے دوران اضافت کے زیر اور ہمزہ کا برمحل استعمال کریں، کیونکہ اس سے عبارت سمجھنا آسان ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تحریر صاف کرنا اپنے ذمہ لازم سمجھیں اور خود کو اس کا مکلف خیال کریں، اور اس سے متصف ہونے کی کوشش کریں، یہ بھی تمرینِ افتاء کا اہم حصہ ہے، جس کی بڑی اہمیت ہے۔

ہدایت نمبر (۳۰)

اخلاق واعمال کی اصلاح کرائیں!

مفتی کیلئے تقویٰ بہت ضروری ہے، لہٰذا اپنے اخلاق واعمال کی اصلاح کے لئے اپنے موجودہ اکابر میں سے جس سے مناسبت ہو اس سے اپنا تزکیہ کروائیں، اور اس میں غفلت نہ کریں۔

تشریح

یہ ہدایت بہت اہم ہے اور آپ کی اور ہماری کامیابی کی کنجی ہے، اس کے بغیر اس راستہ میں کامیابی نہ ہوئی ہے نہ ہوگی، اس لئے اس کی طرف بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

دارالعلوم کراچی میں سیدی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ نے جب تخصص فی الفقہ کا آغاز فرمایا تو شروع ہی میں اصلاح وتربیت کا اہتمام بھی فرمایا اور خود بھی متخصصین کی اصلاح کی طرف توجہ دیتے تھے، اور باقاعدہ طریقت کی کتابیں اس کے کورس اور نصاب میں مقرر فرمائی تھیں جس میں سے "تبلیغِ دین" کتاب کا نام مجھے بھی یاد ہے کہ یہ تخصص کے نصاب میں شامل تھی تاکہ طلبہ اس کا مطالعہ کریں۔

تبلیغِ دین کا مطالعہ

"تبلیغِ دین" حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کی عربی تصنیف ہے جس کا اردو

میں ترجمہ اسی نام سے ہے، اس میں امام غزالی رحمہ اللہ نے فضائل ورزائل کی تفصیل لکھی ہے، جن کا تعلق اصلاحِ باطن سے ہے، فضائل جیسے صبر شکر، زُہد وتقویٰ، ورع و اخلاص، اللہ اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وغیرہ اور ان کے حصول کے طریقے ہیں، اور رذائل جیسے کبر، غرور، عجب، خود پسندی، خودرائے، ریاکاری، ناموری، حسد، بغض اور کینہ وغیرہ کی تفصیلات ہیں اور ان کو دور کرنے کے علاج مذکور ہیں، اس موضوع پر یہ بہت پیاری کتاب ہے، اس لئے آپ حضرات کے لئے اس کا مطالعہ نافع، مفید اور ناگزیر ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے سب سے پہلے آپ کو یہ علم ہوگا کہ اصلاح وتربیت اور اصلاحِ باطن بھی ضروری ہے، آج تک اس موضوع پر ہم نے کچھ پڑھا ہی نہیں، اور اس کے متعلق کچھ سوچا بھی نہیں، یہ سراسر ہماری غفلت اور بے فکری ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم پڑھتے پڑھتے تخصص میں پہنچ گئے مگر ہمیں اصلاحِ باطن کی ہوا بھی نہیں لگی۔

اصلاحِ باطن فرض ہے

حالانکہ تخصص کرنا فرضِ کفایہ ہے اور اصلاحِ باطن فرضِ عین ہے، اور بالغ ہوتے ہی ہم پر فرض ہے، یہاں تک کہ عالم بننا بھی فرضِ عین نہیں، اب ہماری غفلت کی حد یہ ہے کہ ہم فرضِ عین سے غافل اور فرضِ کفایہ کی فکر میں مشغول ہیں اور اسی کے لئے کوشش ہے، جیسے کوئی فرض نماز چھوڑ کر صرف نمازِ جنازہ پڑھتا ہے تو کیا اس کی نجات ہوجائے گی؟ ہرگز نہیں ہوسکتی، کیونکہ پانچ نمازیں فرضِ عین ہیں ان کے ترک پر عذاب ہوگا، جب کہ نمازِ جنازہ کے ترک پر کوئی پکڑ اور عذاب نہیں، اس لئے کہ ہم نے جنازہ نہیں پڑھا تو کسی اور نے پڑھ لیا، اور جب کوئی مسلمان بھی پڑھ

لے گا باقی کا بھی فرضِ کفایہ ادا ہو جائے گا، غرض کہ ہم فرضِ عین کے تارک ہیں، اور جب فرضِ عین کے تارک ہوں تو بھلا متقی کیسے ہونگے؟ اور جب متقی نہ ہوں گے تو یہ علم کیسے آئے گا؟ یہاں ہم تفقہ کے لئے آئے ہیں، اور تفقہ ''گہرے علم کے ساتھ علم پر عمل کرنے کا نام بھی ہے'' یہ بہت اہم قابلِ توجہ بات ہے۔

عام طور پر فقیہ کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو فقہ کے اندر ماہر ہو، یہ بھی اگر چہ اس کی مراد میں داخل ہے مگر اصلی مراد یہ نہیں، حقیقی مراد فقیہ سے وہ ہے، جس کے بارے میں ارشاد ہے کہ

'' فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ ''

کہ جو تعلق مع اللہ کا حاصل ہو، اصلاحِ نفس، تزکیۂ باطن اور علم پر عمل پیرا ہو، جس کا جتنا علم پر عمل ہوتا چلا جائے گا اتنا ہی وہ فقیہ ہوتا چلا جائے گا، اسی لئے امامِ اعظم رحمہ اللہ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے کہ

''مَعْرِفَةُ النَّفْسِ مَا لَهَا وَ مَا عَلَيْهَا ''

جتنا ہم تقوی کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوتے چلے جائیں گے ہمارا تفقہ بھی بڑھتا چلا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ کی نصرت میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا، پھر اس راہ میں کامیابی حاصل ہوگی، اور پھر یہ سارا کام جو درحقیقت آخرت کا ہے واقعۃً آخرت کا ہو جائیگا۔

دنیا میں اہلِ تقوی کا فیض پھیلتا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم اور حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اور دیگر علماءِ کرام جو دنیا بھر میں گھوم کر آچکے

ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ہم پوری دنیا میں گئے وہاں ہم نے سب سے زیادہ جو لوگوں کو فائدہ اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے وہ اہلِ تقویٰ سے دیکھا ہے، اور علماءِ کرام میں سے بھی ان سے دیکھا ہے کہ جن کا کسی اللہ والے سے تعلق ہے، وہ جہاں بھی ہیں وہاں دین کا کام ہو رہا ہے، ان کا فیض پھیل رہا ہے، اور جو خشک ملاّ ہیں، چاہے قاضی ہوں یا عالم یا مفتی، ان سے بجائے نفع کے نقصان ہو رہا ہے، وجہِ فرق یہ ہے کہ جن کا کسی سے اصلاحی تعلق نہیں ہے بعض مرتبہ وہ بصورتِ دین طلبِ دنیا میں مشغول ہیں، اور جن کا کسی اللہ والے سے تعلق ہے اور اہلِ تقویٰ ہیں وہ بصورتِ دنیا طلبِ دین میں مشغول ہیں، اس لئے لوگوں کا ان کی طرف رجحان ہے اور کشش ہے کہ ہر آدمی ان سے مل کر فیض اُٹھاتا ہے، لہٰذا جہاں پیسہ اور دنیا مقصود ہوگی دین اثر نہیں کرے گا، جہاں بداخلاقیاں شباب پر ہوں گی، بداعمالیوں کی عادت پڑی ہوگی، پھر بھلا کس کو فائدہ ہوگا؟ کہنے کو تو کہے گا کہ میں بڑا محقق ہوں، مدقق ہوں، علامہ ہوں، لیکن بعض مرتبہ یہ سب دنیا کے دکھانے کے لئے ہوگا، آخرت کے لئے نہ ہوگا، اور جب ایسا نہیں ہوگا تو پھر ایسا ہی ہے جیسے اسکول، کالج اور جدید ٹیکنالوجی کے ماہرین کہ وہ بھی اس دنیا کے لئے ساری محنت اور کوشش کر رہے ہیں اور دنیا کماتے ہیں، اور یہ بھی محنت کرتے ہیں مگر دنیا کم کماتے ہیں، تو آخرت کے راستہ کو بعض غیر متقی علماء نے دنیا کمانے کا ذریعہ بنالیا ہے، اس لئے ایسے علماء سے کسی کو کوئی فیض نہیں ہوتا، اور اگر فیض پھیل رہا ہے تو ان لوگوں سے جنہوں نے اس دین کو دین کے لئے اختیار کیا ہے، آخرت کے لئے اختیار کیا ہے، جس کی بناء پر ان سے اتنا فیض ہو رہا ہے کہ بعض مرتبہ ظاہراً وہ عالم، فاضل نہیں، بلکہ صرف اللہ والوں کی جوتیوں کو سیدھا کیا

ہے، ان کی صحبت اُٹھائی ہے تو خلقِ خدا ان کی طرف جھکی ہوئی ہے، اور ان سے فائدہ اُٹھا رہی ہے، کیونکہ انکے دل میں دنیا نہیں دین ہے، اور اگر ہاتھ اور دل دونوں میں دین ہو تو یہ بہترین ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا، یہ ہمارے اکابر کا مشاہدہ ہے۔

ہمارے اکابر اولیاء اللہ تھے

آپ اپنے اکابر کی تاریخ پر نظر ڈالو اور موجودہ اکابر کو بھی دیکھ لو جن کے نام میں نے لئے ہیں، یہ سب کسی نہ کسی اللہ والے کے تربیت یافتہ ہیں، اور صحبت یافتہ و خلیفۂ مجاز ہیں، پھر ان سے اُوپر دیکھو تو بڑے بڑے مفتیٔ اعظم ہیں، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ سلسلۂ اشرفیہ سے وابستہ و مجاز ہیں، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کا نام ہی کافی ہے، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ حضرت گنگوہی یا حضرت شیخ الہند رحمہما اللہ کے خلیفہ ہیں، حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب یا حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ بھی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں، حضرت نانوتوی رحمہ اللہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں، مفتیٔ اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ بھی کسی بزرگ کے خلیفہ ہیں، اسی طرح حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ بھی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں، اور ان سے اوپر سارے متقدمین جس طرح فقہ کے امام ہیں اسی طرح طریقت کے بھی امام ہیں، اور ماضی میں دیکھو تو سب حضرات بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنے والے ملیں گے، اور جب کسی اللہ والے کی صحبت میسر ہوجاتی ہے تو پھر یہ علم عمل میں تبدیل

ہوجاتا ہے، اور عمل کا نام تقوٰی ہے، کیونکہ علم تقوٰی اور ہے اور تقوٰی اور چیز ہے، علم تقوٰی کتابوں سے آتا ہے، یعنی کتابوں سے صرف علم آتا ہے عمل نہیں آتا، جب کہ تقوٰی اور عمل اہلِ عمل سے آتا ہے، لہٰذا اب تک آپ نے صحبت اختیار کی اہلِ علم کی تو آپ کو علم آ گیا، اہلِ عمل کی صحبت اختیار نہیں کی تو تقوٰی نہیں آیا ہاں علم تقوٰی آ گیا، اور جب تقوٰی آتا ہے تو دل میں خوفِ خدا آتا ہے، کیونکہ تقوٰی کے دو ہی معنیٰ ہیں، ایک ڈرنا، ایک بچنا، جب یہ تقوٰی دل میں آجائے گا تو پھر حرام سے بھی بچے گا اور اللہ تعالیٰ سے بھی ڈرے گا، اور اگر اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا تو گناہوں سے بچے گا، ورنہ کیسے بچے گا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس پر ایک قصہ یاد آیا:

”حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مفتیٔ اعظم ہند ہیں اور افتاء میں حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے استاد ہیں، اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں سارے دن کے کاموں سے فارغ ہوکر رات کو آرام کے لئے بستر پر لیٹا تو لیٹتے ہی ایک آیت ذہن میں آ گئی، اور وہ یہ ہے کہ:

”وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى، وَ أَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى“

(سورۃ النجم، آیت ۳۹، ۴۰)

ترجمہ

انسان کے لئے وہی ہے جس کی وہ سعی کرے، اور عنقریب اس کی سعی کو دیکھا جائیگا۔

اس کے ساتھ فوراً ایک اشکال ذہن میں آیا، اور وہ یہ ہے کہ ایک آدمی کی سعی اس کے لئے کافی ہے، دوسرے کی سعی اس کے حق میں نافع نہیں، کیونکہ آیت میں استثناء اور حصر ہے، تو پتہ چلا کہ ایصالِ ثواب صحیح نہیں، حالانکہ اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ایصالِ ثواب برحق ہے اور اسی آیت سے ثابت بھی ہے، جب کہ ظاہرًا ایصالِ ثواب اس آیت کے خلاف ہے، تو آیت میں شبہ ہوگیا، اور آیت میں شبہ ایمان میں شبہ ہے، اور اس سے سوءِ خاتمہ کا اندیشہ ہے، تو میں پریشان ہوگیا، اور فورًا اُٹھ گیا، کافی مطالعہ کرتا رہا مگر مسئلہ حل نہیں ہوا تو فوراً خیال آیا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے، اور اپنے شیخ سے اس اشکال کا ذکر کرنا چاہیے۔

اسی وقت رات کو دیوبند سے گنگوہ چلے، تقریباً ۱۴ میل کا فاصلہ پیدل طے کرکے صبح کے وقت گنگوہ خانقاہ پہنچے، اس وقت حضرت گنگوہی رحمہ اللہ وضو فرمارہے تھے، اس زمانہ میں حضرت نابینا ہوچکے تھے، جب مولانا قریب پہنچے اور سلام کیا تو حضرت نے پہچانا، پوچھا کہ اتنی رات کہاں سے آئے؟ فرمایا کہ میں دن بھر کے کاموں سے فارغ ہوکر لیٹا تو اس آیت سے اشکال پیدا ہوگیا، کتابوں کو بھی یہ اشکال دور کرنے کے لئے دیکھا مگر مسئلہ حل نہیں ہوا، تو آپ کا خیال آیا، فورًا رات ہی کو چل پڑا کہ کہیں اسی حالت میں رات کو انتقال نہ ہوجائے، اور مجھے اس آیت میں شبہ رہ جائے، جس کی وجہ سے میرا ایمان خطرہ میں پڑ جائے، اس لئے حاضر ہوا ہوں، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت میں سعی سے سعیِ ایمانی مراد ہے، سعیِ عمل مراد نہیں ہے، یعنی ایمان کی سعی کسی کی دوسرے کے کام نہیں آئیگی، ہر شخص کا ایمان اسی کے حق میں کارآمد ہوگا، کسی دوسرے کے حق میں کارآمد نہیں ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ کوئی اپنے ایمان کا کسی دوسرے کو ایصال نہیں کرسکتا، لیکن اس سے سعی حسنِ عمل مراد نہیں ہے، اشکال ختم ہوگیا، اور فوراً واپس چلدیئے۔

فکرآخرت نے سونے نہیں دیا

اگر ہمیں اشکال پیدا ہوتا تو شاید ہم اسکی پرواہی نہیں کرتے، اور اوّلاً تو ہمیں اشکال ہی کیوں آنے لگا، وجہ یہ ہے کہ ہم ایسے قابل طالبِ علم ہیں کہاں کہ اس طرح کے اشکالات ہمارے ذہن میں آئیں، اور اگر اشکال آگیا تو سوچتے ہیں کہ دیکھا جائے گا، لیکن وہاں آخرت کی فکر تھی، خوفِ خدا تھا اور اپنا ایمان خطرہ میں پڑتا ہوا نظر آرہا تھا، لہٰذا اس نے ان کو سونے نہیں دیا، یہ تقویٰ ہے، اور اسی بناء پر ساری رات مطالعہ کے باوجود بعد سفر کرنا گوارا کرلیا، اور جب اس خوف کے ساتھ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے مشکل حل فرمادی کہ رَگ رَگ میں سکون ہوگیا۔

امام اعظمؒ کا مناظرہ

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کسی نے ایصالِ ثواب پر مناظرہ کیا کہ ایصالِ ثواب صحیح نہیں ہے، اور دلیل میں یہی آیت پیش کی کہ مرنے والے کونسی سعی کررہے ہیں؟ لہٰذا ان کو ثواب پہنچانا غلط ہے، امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسی سے ایصالِ ثواب ثابت ہے، اور وہ یہ ہے کہ زندہ کی سعی دوسرے کے لئے ہے یا نہیں؟ جب ہے اور وہ معتبر ہے تو پھر ثواب پہنچنا درست ہے۔

امام صاحب رحمہ اللہ تو تھے ہی ایسے عظیم علم والے کہ ایک مرتبہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا امام صاحب رحمہ اللہ سے کسی مسئلہ پر مناظرہ ہوا، بعد میں کسی نے حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ نے امام صاحب رحمہ اللہ کو کیسا پایا؟

آپ نے جواب دیا کہ وہ ایسے زیرک آدمی ہیں کہ اگر میں یہ کہوں کہ یہ دیوار پتھر کی ہے تو وہ دلائل سے اس کو سونے کی ثابت کردیں گے، تو جس طرح ائمہ اربعہ فقہ کے امام ہیں، اسی طرح وہ حضرات طریقت کے بھی امام ہیں، اور کامل اولیاء اللہ ہیں۔

تقوی حاصل کریں

اب ہمیں چاہئے کہ مزید تجربہ کے لئے زندگی ضائع نہ کریں، تجربہ کے لئے صرف ماضی کو سامنے رکھیں کہ بچپن سے اب تک پڑھتے ہی آرہے ہیں، اگر ہم نے اب بھی تقوی کی طرف توجہ نہیں دی تو پھر میں سچ عرض کرتا ہوں کہ جس طرح ابھی تک کچھ نہیں آیا، اسی طرح تخصص کے بعد بھی کچھ نہیں آئے گا، اگر آپ یہ سوچیں کہ تخصص کے بعد متقی بن جائیں گے تو یہ دیکھیں! کہ اعدادیہ کے بعد کیوں متقی نہیں بنے، اور دورۂ حدیث پڑھنے کے بعد کیوں نہیں بنے؟ تو یادرکھئے کہ اگر اس وقت نہیں بنے تو اب بھی نہیں بن سکتے، اس لئے کہ پڑھنا اور عمل کرنا دونوں کا راستہ الگ الگ ہے، اگر کوئی یہ چاہے کہ پڑھنے کے راستے سے باعمل بن جاؤں تو آج کل یہ نہیں ہوسکتا، آج کل کا ماحول الگ ہے، لہٰذا اس مغالطہ میں نہیں رہنا چاہئے کہ تخصص کرکے حلال وحرام، جائز وناجائز کا علم ہوجائے گا تو ہم خود بخود باعمل بن جائیں گے "ایں خیال است ومحال است وجنوں" اس لئے ہمارے حضرت رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب طالبعلم دورۂ حدیث سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے دوسینگ نکل آتے ہیں، یعنی عالم بن کر اس میں تکبر آجاتا ہے، اور سمجھتا ہے کہ میں علامہ اور محقق بن گیا ہوں "ہم چوں دیگرے نیست" یہی حالت بعض مرتبہ تخصص کرنے کے بعد بھی ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے خیال میں مفتی بن جاتا ہے، اگرچہ اساتذہ اسے مفتی نہ کہیں مگر بیچارہ مسکین اس کے بعد بھی اپنے آپ کو مفتی سمجھتا ہے، اور مفتی کہلانے کا

شوقین ہوتا ہے، اس کو سوائے وقتی خوشی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ بعض مرتبہ اس کے نتیجہ میں اور ذلت لاحق ہو جاتی ہے، تین سال لگانے کے بعد بھی اگر یہ ذلت حاصل ہو تو کتنے بڑے خسارہ کا سودا ہے۔

دنیا کے اعتبار سے لوگوں کی چار قسمین

ہمارے حضرت کی یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ دنیا کے طالب چار قسم کے ہیں یا دنیا کے اعتبار سے لوگوں کی چار قسمیں ہیں، جو امام غزالی رحمہ اللہ نے بھی ذکر فرمائی ہیں:

(۱)..... جس کے ہاتھ اور دل دونوں میں دنیا ہو۔

(۲)..... جس کے نہ ہاتھ میں دنیا اور نہ دل میں دنیا۔

(۳)..... جس کے ہاتھ میں دنیا ہے اور دل میں دنیا نہیں ہے۔

(۴)..... جس کے دل میں دنیا ہے اور ہاتھ میں دنیا نہیں ہے۔

ان چار قسموں میں چوتھی قسم سب سے بدتر ہے، کیونکہ پہلا شخص اس اعتبار سے اچھا ہے کہ اس کے ہاتھ میں مال ہے اور وہ کچھ اپنے مال سے فائدہ اُٹھالے گا، مگر برا اس لئے ہے کہ پھر نافرمانی میں مبتلا ہوگا کیونکہ اس کے دل میں بھی دنیا ہے۔

اور دوسری صورت جو اس کا عکس ہے، وہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے، اور یہ مقام انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیاءِ عظام رحمہم اللہ کا ہے کہ انہوں نے فقر اختیاری بھی اختیار فرمایا اور فقر قلبی پہلے سے تھا، اور آدمی کو دنیا میں ایسا ہی رہنا چاہئے، خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک میں مہینہ مہینہ بھر چولہا نہیں جلتا تھا" اَسوَدَین " (یعنی کھجور اور پانی) پر گذارا ہوتا تھا۔

تیسری صورت بھی اچھی ہے کہ اس حال سے بعض انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی گذرے ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہ شان تھی، اور اس کے علاوہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام وغیرہ بھی اس شان کے ساتھ گذرے ہیں، اور اولیاء میں حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کا حال بھی یہی تھا کہ جب آپ کا انتقال ہوا اس وقت آپ کے خزانہ میں چھپن (۵۶) کروڑ روپیہ تھا، مگر روپیہ پیسہ علماء صلحاء اور فقراء پر خرچ ہوتا تھا، چنانچہ پانچ سو علماء کی تنخواہ آپ کے پاس سے ادا ہوتی تھی، پورے کوفہ کے غریبوں کے ناپ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے یہاں محفوظ تھے، رمضان میں ان سب کے جوڑے تیار ہوتے تھے، اور حضرت کی طرف سے سب کو گھر گھر پہنچائے جاتے تھے، تاکہ عید کے دن وہ بھی خوشی خوشی عیدگاہ میں جائیں، اور ان کی دعائیں حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کو ملتی تھیں، اللہ تعالیٰ یہ صفت ہمارے اندر بھی پیدا فرمائے۔ آمین

چوتھی قسم اللہ بچائے! ہماری ہے، جو سب سے بدتر قسم ہے کہ دنیا کا طالب ہے اور اسی کو ترس رہا ہے اور مقصدِ زندگی بنائے ہوئے ہے اور ہاتھ دنیا سے خالی ہیں کیونکہ عموماً دنیا اس راہ میں ہے نہیں، تو دنیا بھی مصیبت میں گذری اور آخرت میں بھی کچھ حاصل نہیں کیونکہ اس کو زندگی کا مقصد بنایا نہیں، اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ! اس لئے خسر الدنیا والأخرہ کا مصداق بنا۔

حضرت رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اس سے بہتر وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور دل دونوں میں دنیا ہے کہ کم از کم دنیا کا مزہ تو آ گیا، چاہے آخرت کا مزہ آئے یا نہیں، جب کہ چوتھی قسم والے کو وہ بھی حاصل نہیں۔

یہ سب کچھ کسی اللہ والے کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے، اب اندازہ لگائیں کہ اس لائن کے کھرے ہونے کے لئے تقوی کتنا ضروری ہے، جب ہم نے اس لائن کو اختیار کرلیا تو پھر اس شرط کو پورا کرنا لازمی ہے، تاکہ یہ ساری لائن کھری ہو، تاہم اللہ تعالیٰ کو اب ہمارے ضعف پر رحم آگیا ہے کہ چونکہ ہم ایمان، توحید اور توکل کے اعتبار سے نہایت کمزور ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ جو آدمی اس راستہ اخلاص سے قدم رکھے اور تقوی اختیار کرلے تو اللہ تعالیٰ دل دنیا سے خالی فرمادیتے ہیں، اور ہاتھ میں بقدرِ ضرورت دنیا بھی دیدیتے ہیں، جس سے اس کی دنیا کی زندگی عزت وعافیت کے ساتھ گذرتی ہے۔

تقوی اہل اللہ کی صحبت سے آتا ہے

چونکہ تقوی اہل اللہ سے آتا ہے تو جب تک ہم اس طریق کو اختیار نہیں کریں گے، چاہے تخصص سے فارغ بھی ہوجائیں اور چاہے کہیں مدرس بھی بن جائیں، اور چاہے امام وخطیب بھی بن جائیں، لیکن پھر بھی تقوی کی ہوا بھی نہیں لگے گی، وجہ وہی ہے کہ اس کا طریقہ ہی الگ ہے، اور طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو کسی متقی کے سپرد کردو، اپنی رائے ختم کردو، اپنی تاویلات کو فنا کردو، اور بلا تاویل اپنی غلطی ماننے کا اقرار واعتراف کرنے کی عادت ڈالو، اور کسی اللہ والے کے اس طرح سپرد کرو جیسے مردہ اپنے آپ کو زندہ کے سپرد کرتا ہے، ورنہ بعض مرتبہ طالب علم اور مولوی رسما تو بہت حوالہ کرتا ہے مگر ان میں مخلص بہت کم ہیں، اس کام میں اپنی رائے کو فنا کرنا اور اخلاص اختیار کرنا شرط ہے، طالب علم کی چونکہ پوری زندگی وجوہات بیان کرتے کرتے گذرتی ہے تو اپنی غلطیوں کی بھی وجہ اور تاویل کرنے کی عادت ہوتی ہے،

چنانچہ غلطی کرتے ہیں اوراس کو مُوَجّہ کردیتے ہیں کہ یہ غلطی نہیں ہے، اس وجہ سے یاد رکھو کہ ایسے آدمی کی کبھی اصلاح نہیں ہوسکتی، حضراتِ فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تو ''لِأَنَّهٗ'' حرام وحلال کے لئے استعمال کرتے ہیں، اور ہم حرام کو حلال کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں، ناجائز کو جائز کہنا شروع کردیتے ہیں، جوکہ نفس وشیطان کا دھوکا ہے، لہٰذا اگر غلطی نہ ہوتب بھی غلطی تسلیم کرنے کی عادت ڈالو، اوراس شرط کے ساتھ کہ جس اللہ والے سے آپ کو طبعی وقلبی مناسبت ہو تعلق قائم کریں، کیونکہ اصلاحِ باطن میں مناسبت شرطِ اعظم ہے، اس کے بغیر آپ کی اصلاح نہیں ہوسکتی، اور جس سے آپکا مزاج اور طبیعت ملے بس اپنے آپکو اس کے حوالہ کردیں۔

جامعہ کے اکابر

جامعہ دارالعلوم کراچی میں اکابرین میں سے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم، حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں، اسی طرح حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں، اسی طرح حضرت مفتی عبداللہ صاحب برمی دامت برکاتہم، حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں، حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب مدظلہم حضرت ماسٹر محمد شریف صاحب اور ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب رحمہما اللہ کے خلیفہ ہیں، اسی طرح کراچی میں حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم حضرت شاہ ابرارالحق صاحب رحمہ اللہ کے خلیفہ ہیں، لاہور میں حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب دامت برکاتہم اور حضرت شیخ الحدیث مولانا سرور صاحب دامت برکاتہم یہ سب اپنے وقت

کے شیخِ کامل اور پیرِ طریقت ہیں، اصلاح وتربیت کے کام میں اللہ تعالیٰ نے انہیں قبول فرمایا ہے۔

دو کاموں کی پابندی کریں

دو کام اپنے لئے لازم رکھو، ایک یہ کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ملفوظات کو اپنے روزمرہ کے مطالعہ میں شامل کرلو، اور آپ کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے مجدد بنایا تھا تو آپ کے ملفوظات میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ اگر ان کو مطالعہ میں رکھیں گے تو آپ کے اندر بھی اصلاح کی فکر پیدا ہوگی، اور اصلاح کی طرف رہنمائی ملتی رہے گی، دوسرا کام یہ ہے کہ ہر وقت دعاء کرو کہ یا اللہ مجھے ایسا شیخ عطا فرما کہ جس سے میرا مزاج و مذاق ملتا ہو، اور جستجو جاری رکھیں، اِن شاء اللّٰہ تعالیٰ شیخِ کامل مل ہی جائے گا، اور اس کے بعد تقویٰ بھی اِن شاء اللّٰہ تعالیٰ آجائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ہدایت نمبر (۳۱)
سوال کے ختم سے جواب لکھنا شروع کریں

مستفتی کے کاغذ پر جہاں سوال اور اس کے دستخط وغیرہ ختم ہوں اس کے بعد اگر جگہ ہو تو اپنا جواب اس کاغذ سے شروع کریں، اور اس کاغذ کی پشت پر بھی اگر لکھنے کی جگہ ہو تو اس کی پشت پر لکھیں ورنہ جدا کاغذ پر جواب لکھیں، اور استفتاء کے آخر میں یہ عبارت لکھ دیں کہ ”جواب منسلکہ کاغذ پر ملاحظہ ہو“ یا ”جواب منسلک ہے“۔

تشریح

فتویٰ کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب آپ اصل کاغذ پر اور سائل کے اصل سوال پر جواب لکھیں تو اس بات کا خیال رکھیں کہ جہاں سائل کا سوال ختم ہو رہا ہے اس کے نیچے ''الجواب'' لکھیں، اور باقی جواب اس کے بعد لکھنا شروع کریں، اور اس کے بعد اگر پشت پر جگہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کاغذ موٹا ہے کہ ایک طرف کی تحریر دوسری طرف ظاہر نہیں ہوتی تو وہاں جواب لکھیں، پھر جب نئے کاغذ کی ضرورت ہو تو لگائیں، جب تک نئے کاغذ کی ضرورت نہیں اسی پر جواب لکھنے کا اہتمام کریں۔

سوال و جواب ایک ساتھ لگائیں

اس ہدایت میں بڑی کوتاہی ہوتی ہے، چونکہ اس میں بوقتِ ضرورت نئے کاغذ کی بھی ہدایت ہے تو طلبہ اسی کو یاد رکھتے ہیں، اور جس طرح جواب رَف کاغذ پر الگ لکھتے ہیں، اسی طرح اصل جواب بھی الگ کاغذ پر لکھتے ہیں، یہ اصل طریقہ کے خلاف ہے، کیونکہ طریقہ یہ ہے کہ سوال و جواب ساتھ ساتھ ہوں، اگر سوال و جواب الگ الگ ہوں تو وہ بھی صحیح اور درست ہے، مگر اس میں کوئی مغالطہ دے سکتا ہے یا مغالطہ ہو سکتا ہے، وہ اس طرح کہ سائل ہمارے سامنے ذکر کردہ سوال کے ساتھ ہمارا جواب ہٹا کر کوئی اور جواب لگا دے، اب اگر ہمارا جواب نیچے لکھا ہوا ہوتا تو اس میں وہ یہ حرکت نہیں کر سکتا تھا، اس لئے مصلحۃً یہی بہتر ہے کہ سائل کے سوال کے فوراً بعد ہمارا جواب شروع ہو۔

لیکن اس میں اس بات کا مکمل خیال رکھیں کہ سائل کی تحریر جہاں مکمل ہو وہاں سے جواب کا آغاز کریں، اور جواب لکھنے میں بقیہ سارے آداب ملحوظ رہیں، اور اگر جواب نیچے ختم نہ ہو تو صفحہ کے آخر میں لکھ دیں کہ ''جاری ہے'' یا ''ورق کی پشت پر ملاحظہ ہو'' وغیرہ، تاکہ پتہ چل جائے کہ ابھی جواب مکمل نہیں ہوا ہے۔

ہدایت نمبر (۳۲)

جواب کے آخر میں اپنا نام لکھنا

تصحیح کے دوران جواب کے آخر میں اپنا نام، درجہ اور تاریخ لکھیں۔

تشریح

تمرین کے دوران جب آپ رَف کاغذ پر جواب لکھ کر تصحیح کرائیں تو اس پر اپنا نام اور اپنے درجہ کا نام ضرور لکھیں، تاکہ درجہ کے لحاظ سے اس طالبعلم کی تمرین ہو سکے، اس ہدایت میں بھی بعض طلبہ کوتاہی کرتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ رَف کاغذ ہے، اس پر نام لکھنے کی ضرورت نہیں ہے تو اس سے دشواری ہوتی ہے، مثلاً آپ سوال رکھ کر چلے گئے، استاد نے بعد میں دیکھا تو وہاں نام ہی نہیں ہے، پھر تلاش و جستجو ہوگی کہ یہ کس کا فتویٰ اور جواب ہے، اس سے اساتذہ کو پریشانی ہوتی ہے، اگر اس پر نام اور درجہ لکھا ہوگا تو اس طالبِ علم کو بلانا آسان ہوگا، چونکہ ہر چیز میں حکمت و مصلحت اور فائدہ ملحوظ ہے، لہٰذا اس کا خیال رکھیں، اسی طرح تاریخ بھی ضرور لکھی جائے تاکہ معلوم ہو کہ یہ کب جواب لکھا گیا ہے۔

ہدایت نمبر (۳۳)

استادِ محترم کی ہدایات پر عمل کرنا

اصلاح کے لئے اپنا جواب اُستادِ محترم کے پاس رکھیں تو ان کے پاس پہلے سے موجود کاغذات کے نیچے رکھیں، یا اُستادِ محترم جو ہدایات دیں اس پر عمل کریں۔

تشریح

تمرینِ افتاء کی اصلاح کی ترتیب ہر اُستادِ محترم کی جدا جدا ہوتی ہے، بعض اساتذہ کا معمول یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اصلاح شدہ فتاوٰی سب سے نیچے رکھ کر چلے جاؤ، اس طرح جو بھی آئے وہ اپنا فتوٰی سب سے نیچے رکھ دے، تاکہ سب سے پہلے شخص کا فتوٰی اُوپر آجائے، اور بعض اساتذۂ کرام فرماتے ہیں کہ آکر ترتیب سے رکھتے رہو، اور پھر اصلاح کے وقت سب کو اُلٹا کر کے رکھ دیتے ہیں، اس میں بھی ترتیب برقرار رہتی ہے۔

جواب کی اصلاح کا طریقہ

جب کہ بعض اساتذۂ کرام کا معمول ہے کہ اصلاح کے لئے خود لیکر آؤ اور سامنے بیٹھو، میرا یہی معمول ہے، اس میں یہ بات ملحوظ ہوتی ہے کہ عام طور سے جو بات ایک کے لئے قابلِ اصلاح ہوتی ہے وہ سب کے لئے قابلِ اصلاح ہوتی ہے، مثلاً اگر آپ نے اپنے فتوٰی میں ان پڑھی ہوئی ہدایات میں کوتاہی کی تو وہ سمجھانی

ہوگی اوراس کی ضرورت سب کو ہوگی، لہٰذا اس طرح کرنے سے سب اپنی اصلاح کر لیں گے، اور اگر اس پرعمل ہوگا تو تصدیق ورنہ تنبیہ ہوجائے گی، وجہ یہ ہے کہ ہرایک کو الگ بتانے میں وقت بہت لگتا ہے اور سب کو ایک وقت میں سمجھادینا آسان ہے، اسی لئے ان تمام ہدایات کو بہ یک وقت آپ کو پڑھادینا آسان ہے، اسی طرح اصلاح میں بھی یہی بات ہے، اور مجھے اس طریقہ کے اندر طلبہ کا زیادہ فائدہ معلوم ہوتا ہے، تو جس استادِ محترم کے پاس آپ کی تمرین ہو اس کی ترتیب اور اس کی ہدایات کی پابندی کریں۔

ہدایت نمبر (۴۴)

رف کاغذ کی پشت پر کاٹے کا نشان لگانا

رف کاغذ کی دوسری جانب اگر پہلے سے کچھ لکھا ہوا ہو تو اس مضمون پر کاٹنے کا نشان اس طرح (×) لگادیں، تاکہ غلطی سے اس کے پڑھنے میں وقت ضائع نہ ہو۔

تشریح

یہ ہدایت بھی بہت اہم ہے، میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ رف کاغذ تمرین کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس کی دوسری جانب اگر کچھ لکھا ہوا ہو تو اس پر غلط کا نشان (×) لگادیں، بعض طلبہ اس ہدایت کو ترک کردیتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب اُستادِ محترم اصلاح کے لئے جواب دیکھنا شروع کرتے ہیں تو جواب کی جانب کو پڑھ کر ورق اُلٹتے ہیں، اس وقت ان کو دوسری طرف کا یہ خیال نہیں رہتا کہ

یہ جواب نہیں ہے، اور وہ اسے پڑھنا شروع کردیتے ہیں، بعض اوقات دونوں جانب کی عبارتیں بھی ملتی جلتی ہوتی ہیں تو اس میں اور زیادہ مغالطہ اور شبہ ہوتا ہے، اور وہ اس میں غور کرنا شروع کردیتے ہیں، پھر پریشان ہوتے ہیں کہ دونوں عبارتوں میں کوئی ربط اور جوڑ نہیں ہے، اب طالب علم اپنی یہ حرکت کرکے فارغ ہوگیا اور اُستادِ محترم پریشان ہیں، اور وقت الگ ضائع ہوگیا، حالانکہ زندگی کا ایک ایک لمحہ بہت قیمتی ہے، جہاں بھی استعمال ہو قاعدہ، سلیقے اور احتیاط سے استعمال ہو، زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہونا چاہئے، اس لئے اس ہدایت پر عمل کرنا ضروری ہے تاکہ کسی کا بھی کوئی وقت ضائع نہ ہو اور کسی کو تکلیف نہ ہو، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وصلّی اللہ علی النبیّ الکریم محمّد و آلہ و أصحابہ

أجمعین إلٰی یوم الدّین

○

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب مدظلہم

کی پُر اثر، مفید، معتبر اور مستند کتب جو ہر گھر کے لئے نہایت نافع اور ضروری ہیں۔
عمدہ ٹائٹل، اعلیٰ طباعت وکتابت اور بہترین کاغذ کے ساتھ اب مکتبۃ الاسلام کراچی
سے براہ راست دستیاب ہیں۔

- علیکم بسنتی
- پیاری باتیں
- آخری منزل
- چند نیکیاں اور ایصال ثواب
- عمل مختصر اور ثواب زیادہ
- جمعہ کے معمولات
- آداب سفر
- ماہ صفر اور جاہلانہ خیالات
- قربانی کے فضائل ومسائل
- کامل طریقہ نماز
- نماز فجر اور ہماری کوتاہی
- اصلاحی بیانات ۱۰ جلدوں کا سیٹ
- خواتین کا طریقہ نماز
- توبہ واستغفار
- مروجہ قرآن خوانی کی شرعی حیثیت
- تقسیم وراثت کی اہمیت
- عید سعید اور ہمارے گناہ
- مسائل غسل
- وضو درست کیجئے
- صدقۂ جاریہ کی فضیلت
- امت مسلمہ کے عروج وزوال کا اصل سبب
- دعا کی اہمیت اور اس کے آداب
- اپنی اصلاح کیجئے
- خواتین کا پردہ
- روزانہ کے معمولات
- اسماء اعظم اور اسماء حسنیٰ
- راہ کے آٹھ حقوق
- درود وسلام کے فضائل
- تلاوت قرآن کے انعامات
- باطن کے تین گناہ
- مسلمانوں کی مدد کیجئے
- صلوٰۃ التسبیح
- ٹی وی اور عذاب قبر
- چھ گناہ گار عورتیں
- حلال کی برکت اور حرام کی نحوست
- مسلمانوں کے چار دشمن
- گانا سننا اور سنانا
- والدین کے حقوق اور ان کی اطاعت

مکتبۃ الاسلام کراچی